ہے کڑی ہجر درمیاں جاناں

صائمہ قریشی

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

ہیں کئی ہجر درمیاں جاناں

صائمہ قریشی

کالے رنگ کی مرسڈیز فراٹے بھرتی ایم ون موٹر وے پر رواں دواں تھی۔ مہنگی ترین بلیوٹینڈ گلاسسز کی اوٹ سے اس کی نظریں چاروں طرف گھوم رہی تھیں۔ بالوں کی بے ترتیبی کو ہیئر اسپرے سے فریز کیا گیا تھا۔ ڈارک بلیو جینز کے ساتھ بلیک شرٹ اور براؤن شوز، چہرے پر کھلتی مدہم دلکش مسکراہٹ اس کی گریس فل پرسنلٹی کو مزید نکھار رہی تھی۔ اس نے سن گلاسز کو اتار کر شرٹ کا اوپری بٹن کھول کر گریبان میں لٹکایا۔

بی بی سی ایشیا ریڈیو پر اس کی من پسند اور موسٹ پاپولر ہوسٹ نورین خان کا ڈرائیو ٹائم شو آن ایئر تھا۔ پرانے گانوں کا ایک گھنٹہ اس کو ہمیشہ سے پسند تھا۔ والیم کا بٹن گھماتے ہوئے اس نے دائیں بائیں دیکھا۔ وہ اس وقت کسی کنٹری سائیڈ سے گزر رہے تھے۔ یو کے کا موسم بہت بے اعتبار موسم ہے پل میں تولا، پل میں ماشہ جیسا چوبیس گھنٹوں میں چاروں موسم کا مزہ چکھ کر اچھا بھلا انسان پانچویں موسم کی زد میں آجاتا ہے۔ یک دم سارے بادل کہیں غائب ہوگئے اور سورج کی کرنیں جو بادلوں کی اوٹ سے تانک جھانک کر رہی تھیں سارے پردے ہٹا کر ایک دم بالکل سامنے آگئیں۔

گلاسز کو دوبارہ پہنتے ہوئے اس نے ونڈو کھولی تو ٹھنڈی ہوا نے پل بھر میں اس کو ٹھٹھرا دیا دوسرے پل اس نے آٹومیٹک بٹن کو پش کر کے ونڈو بند کردی۔ ایک بار پھر ٹائم دیکھا وہ جلد از جلد اپنے مطلوبہ مقام پر پہنچنا چاہتا تھا لیکن فاصلے تھے کہ سمٹنے کا نام نہیں لے رہے تھے اسی لمحے گاڑی کی اسپیڈ کم ہوئی تو اس نے ایک بار پھر باہر دیکھا۔ اب وہ قدرے رش والی جگہ پر تھے روڈ کے سائیڈ پر لگے سائن بورڈ پر اس کی نظر پڑی۔

''بیڈ فورڈ'' پینتیس میل لکھا دیکھ کر اس نے گہرا سانس لیا۔

''بابا اگلی سروس پر گاڑی روکیے گا میں نے ذرا فریش ہونا ہے۔'' وہ بولا تو ڈرائیو کرتے اس کے ڈرائیور نے اسے دیکھا دوسرے پل وہ سیٹ پر سر لٹکا کر آنکھیں موند کر ریلیکس ہوگیا۔

❁ .... ❁ .... ❁

داغ دل ہم کو یاد آنے لگے
لوگ اپنے دیے جلانے لگے

اقبال بانو کی گمبھیر آواز کمرے میں گونج رہی تھی ملگجے اندھیرے میں گلاس ونڈو سے جھانکتی روشنی کی کرنیں عجیب فسوں خیز منظر پیش کر رہی تھیں۔ سامنے کی دیوار پر روکنگ چیئر کا سایہ لہرا رہا تھا جو اس بات کا واضح ثبوت تھا کہ روکنگ چیئر پر کوئی بیٹھا جھول رہا ہے۔ اس کے نقوش واضح نہ تھے لیکن اتنے مدہم بھی نہ تھے کہ اندر کی جوڑ توڑ کے باعث چہرے پر ابھرتی متاسف سوچوں کی لکیروں کو پوشیدہ رکھ سکتے دونوں ہاتھوں سے چیئر کے ہینڈلز کو پکڑے وہ چھت کو گھورنے میں مصروف عمل تھی۔ گرفت کی مضبوطی کے باعث ہاتھوں کی پشت کی ابھرتی رگیں اس کی بے چینی کو واضح کر رہی تھیں۔ سوچوں کے دھاگے کسی ریشم کی مانند مزید الجھتے جارہے تھے۔ انتظار کی گھڑیاں طویل ہوتی جارہی تھیں۔

شاید یہ محبت کی دین تھی یہ وہ لمحے تھے جو نارسائی کا عذاب سہنے کو تھے محبت کی شدت دنوں، مہینوں یا سالوں کی مرہون منت نہیں ہوتی ہے۔ جب محبت کا آکٹوپس جکڑتا ہے تو محض چند لمحوں میں ہی سوچوں کا محور بدل جاتا ہے ساری صلاحیتیں سلب ہوجاتی ہیں اور دھڑکن ایک ہی ذات کی تسبیح میں مصروف ہوجاتی ہے۔ اس نے پہلو بدلا تھا۔ ابھی سوچیں کسی دوسری سمت کا رخ کرنے لگی تھیں کہ

یکلخت ہی اسے اپنی آنکھیں جلتی ہوئی محسوس ہوئیں اور دوسرے پل اندھیروں میں روشنی بھر گئی، وہ کمرہ جونجانے کب سے اندھیرے میں ڈوبا ہوا تھا تیز روشنی میں نہا گیا اور وہ جونجانے کن اذیتوں سے دوچار تھی کتنے ہی پہروں سے اپنے آپ کو ان اندھیروں کی نذر کیے بے جان پڑی تھی اس کی آنکھیں چندھیانے لگیں چند قدموں اور پھر دروازہ بند ہونے کی آواز پر اس نے پلٹ کر دیکھا تھا یکلخت آنکھوں کو رگڑا اور اٹھ کھڑی ہوئی اور اپنی طرف بڑھتے اس شخص کو یک ٹک دیکھتی چلی گئی۔

❀......❀......❀
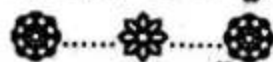
آج بھی وہ نہ آئی تھی، آج بھی وہ ناامیدی کی لپیٹ میں مقید رہا تھا آج بھی اس کی دھڑکن تھم تھم کر چلی تھی آج بھی وہ مایوس واپس پلٹا تھا۔ آج پھر ایک دن انتظار کی شمع جلائے اختتام پذیر ہوا تھا۔ پچھلے تین دن سے وہ مسلسل ایک انجانی الجھن، ایک نہ سمجھ میں آنے والی پریشانی کے حصار میں تھا ایک بے نام سے انتظار کی سولی پر لٹکا ہوا تھا جذبوں سے نا آشنائی عروج پر تھی واپس پلٹ چکا تھا لیکن پھر بھی نظریں بار بار اس کالے گیٹ سے ٹکرا کر واپس آرہی تھیں۔ ان قدموں کی مدھم چاپ سے سلجھے انداز، بڑی بڑی غلافی آنکھوں سے اپنے آپ کو بڑی سی چادر میں مقید وجود سے ارمان صدیقی کو ایک عجیب سی انسیت ہوگئی تھی۔ وہ کون تھی، کہاں سے آتی، کہاں تھی اور پچھلے تین دن سے کیوں نہیں آرہی تھی ارمان صدیقی ان سب باتوں سے قطعی انجان تھا نہ ہی وہ اس کی کھوج میں اس سے متعارف ہونے کی چاہ میں اپنی حدود پھلانگ کر آگے بڑھا تھا۔

"اللہ کرے سب خیر ہی ہو۔" اپنی زیرلب دعا نما بڑبڑاہٹ پر ارمان صدیقی نے بے اختیار دائیں بائیں دیکھا لیکن کوئی بھی اس کی طرف متوجہ نہ تھا اس نے گہرا سانس لیا اور اپنی راہ کی طرف چل پڑا۔

❀......❀......❀
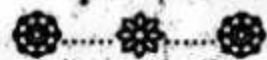
"فلمی سچویشن کو ریئل لائف میں کنورٹ کرنا چھوڑ دو ارمان صدیقی۔" ہمیشہ کی طرح اس کا روٹھا تلخ لہجہ اس کی سماعت سے ٹکرایا تھا۔

"کسی دن دانت تڑوا کر گھر آئے نا تو ساری عمر کی محنت، لاکھوں کی کمائی ہوئی عزت چوراہے پر آجائے گی۔"

اس نے نظریں اٹھا کر اسے دیکھا تو اس کی پرسکون مسکراہٹ اس کو زچ کرنے لگی۔

"تم اپنا یہ ڈائیلاگ کب بدلوگی یار۔" وہ دوبارہ فائل کی طرف متوجہ ہوا۔

"ارمان صدیقی......"

"اور......ارمان صدیقی کہنا کب چھوڑو گی۔" وہ فائل کا صفحہ پلٹتے ہوئے اس کی طرف دیکھے بنا گویا ہوا۔

"ارمان صدیقی تم اتنے پرسکون نہیں ہو جتنے دکھائی دے رہے ہو؟" وہ اپنی گہری کالی آنکھوں کو اس پر جمائے اس سے استفسار کرنے لگی تو ارمان صدیقی مسکرایا۔

"میں بہت ہی پرسکون ہوں۔" ارمان صدیقی نے نظریں اس کی طرف کیں تو پل بھر میں اس کی نظر جھک گئی۔

"ارمان صدیقی۔" اب وہ جان بوجھ کر اس کو اس طرح پکار رہی تھی۔

"ارمان صدیقی۔" وہ زیرلب بولا تو وہ کھلکھلا کر ہنسی۔

"چھوڑو دو یہ......سب......!"

"یہ سب......؟" وہ سوالیہ نظروں سے اسے دیکھنے لگا۔

"تمہیں نہیں لگتا تم نے خوامخواہ اپنے آپ کو ایک مسٹری بنایا ہوا ہے۔" کھوجتی نظروں سے اسے دیکھنے لگی۔

"ہاہاہا۔" ارمان کھل کر ہنسا۔

"نہیں، یہ صرف تمہاری خوب صورت آنکھوں کا کمال ہے جو مجھے کبھی مسٹری تو کبھی ایک فلرٹی بنادیتیں ہیں۔" وہ فائل بند کر کے مکمل طور پر اس کی طرف متوجہ ہوا تو وہ خوامخواہ ہی نروس ہونے لگی۔

"ارمان صدیقی خبردار جو تم نے مجھ سے فلرٹنگ کی تو......میں عروہ صدیقی ان عام لڑکیوں کی طرح نہیں ہوں......جو......!"

"اچھا......اچھا بس اب زیادہ "انجلی" بننے کی ضرورت

نہیں۔" وہ اس کی بات کاٹ کر بولا تو عروہ نے ابرو اچکا کر اسے دیکھا۔
"ویسے تم جیلس ہونا کب چھوڑو گی۔" دوسرے پل ارمان دوبارہ فائل کی طرف متوجہ ہوا۔
"جیلس...... میں تمہاری ان چیپ ایکٹویٹیز سے؟" عروہ نے حیرت کا بھرپور مظاہرہ کیا۔
"نہیں......!" اس نے فائل میں کچھ ایکسٹرا پیپرز کو پن اپ کرتے ہوئے سرسری نظر سے اسے دیکھا۔
"لڑکیوں کی مجھ پر فدا ہونے کی اسپیڈ ہے۔" ارمان صدیقی اسی بے نیازی سے بولا۔
"اوئے ارمان صدیقی شکل دیکھو اپنی۔" وہ اس کے سامنے اکھڑی ہوئی اور اپنے مخصوص پٹواری انداز میں اس سے مخاطب ہوئی۔
"جیسے تم ٹائم پاس کررہے ہوناں ویسے ہی وہ سب بھی کررہی ہیں اور میں ان سے جیلس نہیں ہوں...... وہم ہے تمہارا۔" ارمان نے نہایت سکون سے اس کے الزام کو برداشت کیا تھا۔
"وہم ہے تمہارا۔" ارمان صدیقی دھیمے لہجے میں بولا تو عروہ ہمیشہ کی طرح اس کے انداز کو پہچان نہ سکی یہ نہ جان پائی کہ ارمان نے اس کے آخری تین لفظوں کی نقل اتاری ہے یا اس کو یقین دلایا ہے کہ وہ ایسا نہیں ہے۔
"ایک کام کروگی؟" اس سے پہلے کہ وہ مزید الجھتی ارمان کی آواز پر چونکی۔
"اگر یہ کام کسی لڑکی سے دوستی کرکے تمہاری راہ ہموار کرنے کا ہے تو نیور...... بالکل...... بھی نہیں۔ بھول جاؤ کہ میں یعنی کہ میں عروہ صدیقی تمہارا اس طرح کا کوئی بھی کام کروں گی۔" وہ بازو کو لہراتے ہوئے بولی اور بات ختم کرکے بازو فولڈ کرکے رخ موڑے کھڑی ہوئی۔ ارمان نے ایک نظر اس کے انداز کو دیکھا اور گہرا سانس لیا۔
"ایک کپ چائے بنادوگی؟" اس کے لہجے میں التجا تھی۔
"واٹ......؟" وہ یک لخت پلٹی۔

"ایک کپ چائے بنادوگی؟" وہ دوبارہ بولا۔
"یہ کام تھا؟" وہ انتہائی حیرت زدہ انداز میں گویا ہوئی۔
"اب تمہارا دماغ اگر زیادہ چلتا ہے تو اس میں میرا کوئی قصور نہیں ہے کام یہی تھا۔"
"ہاؤ بورنگ ارمان صدیقی...... تمہاری تو شکل ہی فضول ہے میری تو حسرت ہی رہے گی کہ تمہارا کوئی چکر چلے اور میں اس کی چشم دید گواہ بنوں۔" وہ بدمزہ ہوئی۔
"چائے کے ساتھ ایک پین کلر بھی پلیز۔" ارمان مسکرا کر اٹھا اور فائل اٹھا کر باہر نکل گیا۔
"ارمان صدیقی، بات کو پلٹ دینا تو تم خوب جانتے ہو...... لیکن میں بھی جانتی ہوں کہ اس وقت تمہیں چائے کی طلب نہیں تھی۔ خیر دیکھ لوں گی تمہیں بھی۔" عروہ نے اس کی قدموں کی چاپ کو دور ہوتے دیکھا اور پھر اس کی بے وقت کی فرمائش پوری کرنے کی خاطر کچن کا رخ کیا۔
"کون ہے وہ؟"
"وہم ہے تمہارا۔" اس کے لہجے کے یقین پر وہ کڑھا تھا۔
"تم جانتے ہو ارمان صدیقی، میری چھٹی حس مجھے کبھی دھوکا نہیں دیتی۔" وہ اس کے فیورٹ بلیک کپ میں چائے ڈالے اس میں شوگر مکس کرتی بنا اس کی طرف دیکھے پراعتماد انداز میں اس سے مخاطب تھی۔
"ضروری نہیں جو تم قیاس کررہی ہو وہی حقیقت ہو۔" وہ اس کی طرف دیکھ کر بولا۔
"بس بس جسٹ ون اسپون۔" یکلخت ارمان بولا تو عروہ کے ہاتھ رک گئے۔
"کیا؟" ہاتھ ساکت اور نظروں میں سوال مچل رہے تھے۔
"شوگر ایک چمچ" ارمان اس کی طرف دیکھے بنا بولا۔
"باقی آدھی اسپون کس پر وار دی ہے ارمان صدیقی۔" وہ شوگر مکس کرتے ہوئے بظاہر پرجوش انداز میں بولی لیکن ارمان اس کے لہجے میں چھپے طنز سے بخوبی واقف تھا۔

''ضروری نہیں جو تم سوچ رہی ہو وہی حقیقت ہو۔'' ارمان نے دوبارہ وہی لہجہ اپنایا تھا۔

''میں جانتی ہوں ارمان صدیقی، میں جو سوچ رہی ہوں اس میں کوئی حقیقت نہیں ہے۔'' اب عروہ قدرے سنجیدگی سے بولی۔

''میں ایسا نہیں ہوں جیسا تمہاری نظر میں میرا امپریشن ہے۔'' وہ چائے کا کپ پکڑے بولا تو عروہ نے اسے دیکھا اور گہرا سانس لے کر رہ گئی۔

''کوئی بھی امپریشن ایسے نہیں بن جاتا ارمان صدیقی۔'' عروہ کے لہجے میں کوئی اثر تھا ارمان نے متغیر نظروں سے اسے دیکھا۔

''اوہ...... چائے اچھی بنی ہے۔'' وہ سپ لیتے ہوئے بولا۔

''پھیکی چائے اچھی نہیں ہوتی۔'' عروہ نے لاتعلق کا سا انداز اپنانے کی کوشش کی تو ارمان مسکرانے لگا۔

''لیکن یہ چائے تو پھیکی نہیں ہے۔'' ارمان نے محتاط نظروں سے اس کے انداز کو دیکھا۔

''غالباً تم یہ کہنا چاہ رہے ہو کہ عروہ صدیقی کی ''اچھائی'' چائے کے ذائقے میں آ گئی ہے۔'' اسے چھیڑنے کی غرض سے عروہ نے اپنی تعریف کی۔

''غالباً نہیں یقیناً۔'' وہ کھل کر ہنسا۔

''ارمان صدیقی۔'' وہ صرف اتنا ہی کہہ سکی تھی۔

''ہاہاہا۔'' اس نے اس کے ایکسپریشن کو بہت انجوائے کیا تھا۔

''تم پچھتاؤ گے ارمان صدیقی۔'' وہ اسے وارن کر گئی۔

''قطعی نہیں۔'' وہ پر یقین تھا۔

''جانتی ہوں تمہاری مردانہ ایگو، تمہیں پچھتانے بھی نہیں دے گی۔'' ارمان نے اسے دیکھا۔

''عروہ تم جانتی ہو میں ایسا نہیں ہوں۔'' ارمان نے ایک بار پھر اس کے لگائے گئے الزام کو فراخ دلی سے برداشت کیا۔

''جانتی ہوں بہت اچھی طرح سے تمہیں ارمان صدیقی کتابوں کے ساتھ ساتھ عروہ صدیقی نے تمہیں بھی پڑھا ہے تم میرا سب سے مشکل سبجیکٹ ہو ارمان صدیقی جس میں، میں کبھی بھی پاس نہیں ہو سکتی میرے تو کبھی رعایتی نمبرز بھی نہیں آ سکتے۔''

''عروہ جسٹ شٹ اپ اینڈ گو۔'' اس کی برداشت جواب دے گئی اور وہ نہ چاہتے ہوئے بھی تلخی سے بولا۔

''عروہ...... لسن...... عروہ۔'' دوسرے پل وہ وہاں سے بھاگ گئی تو یکلخت ہی اسے اپنے غصے پر جلدی بازی پر قہر چڑھنے لگا اور وہ اس کے پیچھے لپکا لیکن عروہ جا چکی تھی اس نے پلٹ کر نہ دیکھا تھا۔

❁......❁......❁

''کیا ہو رہا ہے۔''

''کچھ خاص نہیں آپا میں سوچ رہی ہوں۔''

''ارے واہ، یہ کمال کیسے ہوا؟''

''آپا ہم اکثر اس طرح کے کمالات کرتے رہتے ہیں۔'' اس نے اس کے طنز کا برا منائے بغیر شاہانہ انداز اپنایا۔

''ہاں اندازہ ہے مجھے ویسے سوچا کیا جا رہا ہے۔'' دھیمی مسکراہٹ کے ساتھ وہ پوچھنے لگی۔

''میں سوچ رہی ہوں آپا کہ...... کہ...... یہ محبت کیسے ہو جاتی ہے؟''

''یہ محبت کون سی۔'' وہ محتاط نظروں سے اسے دیکھتی پہلو بدل کر بولی۔

''یہی محبت آپا جو ہوتی ہے جس کے بعد سب کچھ بہت اچھا لگنے لگتا ہے دنیا میں ہر طرف رنگ ہی رنگ نظر آتے ہیں یوں لگتا ہے ہم قوس وقزاح کی وادیوں میں اتر آئے ہیں۔'' وہ ملٹی کلر دوپٹے کو پھیلائے ہوئے پر جوش انداز میں بولی۔

''ایسی کوئی محبت نہیں ہوتی، جو ہوتا ہے ہمارے خواب ہوتے ہیں اور خوابوں کی دنیا میں رنگ نہ ہوں یہ کیسے ممکن ہے بھلا؟'' بستر پر پھیلے کپڑوں کے ڈھیر کو سائیڈ پر کر کے بیٹھتے ہوئے وہ اپنے مخصوص سحر انگیز انداز میں بولی۔

''آپا اب کم از کم تم تو ایسے نہ کہنا۔'' وہ بدمزہ ہوئی۔

''کیوں میں کیوں نہ کہوں ایسے۔'' وہ دوپٹے پر لگی سفید موتیوں والی لیس کو چھوتے ہوئے نظریں جھکائے ہوئے بولی۔

''تم تو محبت کے ذائقے سے آشنا ہونا آپا تم تو ایسے نہ کہو ناں۔''

''محبت کا ذائقہ، ضروری نہیں کہ ہمیشہ من پسند ہی ہو، محبت کا بسیرا قوس قزاح کی وادیوں میں ہو یہ بھی ضروری نہیں ہے۔ محبت لمحوں کا نہیں صدیوں کا کھیل ہے بعض دفعہ محبت کو تلاشتے تلاشتے انگلیاں فگار اور پاؤں آبلہ ہوجاتے ہیں عمریں بیت جاتی ہیں محبت کی تکمیل کا سفر آسان نہیں ہوتا بہت کچھ قربان کرنا پڑتا ہے بہت کچھ چھوڑنا پڑتا ہے محبت تک رسائی یوں چٹکیوں میں ممکن نہیں ہو پاتی ہے۔'' وہ آنکھوں کی نمی کو پیچھے دھکیلتے ہوئے بمشکل نارمل انداز میں بول پائی تھی۔

''آپا......'' وہ اس کے یخ بستہ ہاتھ پر اپنے ہاتھ رکھتے ہوئے اتنا ہی کہہ پائی۔

''محبت کا سفر اگر آسان ہوتا ناں تو ہر کوئی اسی راہ پر چلتا، دنیا میں دھوکہ ختم ہو چکا ہوتا۔'' وہ اس کا ہاتھ سہلاتے ہوئے بولی۔

''آپا تم بھی ناں۔''

''بہت فضول ہو۔'' اس نے ہنستے ہوئے اس کا فقرہ مکمل کیا۔

''نہیں آپا تم تو بیسٹ ہو۔'' وہ اس کے گلے میں باہیں ڈال کر بولی تو وہ پھر ہنسنے لگی۔

''میں بیسٹ ہوں نئی اطلاع ہے میرے لیے۔'' وہ اس کے ہاتھوں کو پکڑے خوش دلی سے اس کو چھیڑنے لگی۔

''آپا میں سوچ رہی تھی کہ تانی کو جوراج سے پیار ہوا وہ ٹھیک تھا یا صوری نے جو تانی کے ساتھ کیا وہ ٹھیک تھا۔'' اس کی بات کو نظر انداز کرتی ہوئی وہ پھر سے محبت کو زیر بحث لے آئی تھی۔

''یہ کیا کر رہی ہو۔'' پھیلے ہوئے دوپٹے میں کپڑوں کا ڈھیر لگائے ہوئے دوپٹے کے سروں کو گرہ لگائے اس کو دیکھ کر متعجب انداز میں وہ اس سے مخاطب تھی انداز سراسر اس موضوع سے اجتناب کا سا تھا۔

''کچھ نہیں کپڑے پریس کرنے تھے اب تم آ گئی ہو ناں تو بعد میں کرلوں گی۔''

''تو میں کون سا ماؤنٹ ایورسٹ سے ہو کر آئی ہوں جو اب تم نے وہ روداد سنانی ہے اور کام نہیں کرنا، امی کا پتا ہے نا؟'' انداز سراسر اس کو ڈرانے والا تھا۔

''ہاں پتا ہے، دو تین چانٹے اور تھوڑی سی ڈانٹ، اس کے علاوہ امی کو آتا ہی کیا ہے؟'' وہ مسخرانہ انداز میں بولتی اس کو حیران کر گئی بے پروا انداز میں ڈر کا شائبہ تک نہ تھا۔

''اچھا میں یہ اسٹور روم میں رکھ کر آتی ہوں پھر ڈسکس کرتے ہیں۔''

''یار تم مجھے ڈانٹ کھلانے پر کیوں تلی ہو، امی پہلے ہی کہتی ہیں تم میری وجہ سے کام نہیں کرتی ہو رکھو ادھر ہی یہ کچھ دیر تک کر لینا۔'' وہ بولی تو اس کے قدم رک گئے۔

''ارے آپا تم ایویں ڈر رہی ہو، امی کوئی ہٹلر نہیں جو تمہیں گولی سے اڑا دیں گی اور ویسے بھی بدنام ہوئے تو کیا نام نہ ہوگا؟'' وہ ہنستے ہوئے شرارت سے بولی۔

''ایسے نام کا کیا فائدہ جس کے پہلے بد ہو۔''

''اف آپا یار سوچا کم کرو نا۔'' اس کی سنجیدگی پر وہ بے فکری سے بولی تو وہ گہرا سانس لے کر رہ گئی۔

''آپا پیار تو ایک بار ہی ہوتا ہے ناں اور تانی نے بھی کہا تھا کہ اس کو اب پیار نہیں ہوگا پھر اس کو دوبارہ کیوں ہوا؟'' وہ پرسوچ نظروں سے اسے دیکھ کر پھر گویا ہوئی۔

''کیا پتا اب یہ تو تمہاری تانی جی جانتی ہے ناں وہی بتا سکتی ہے۔'' اس کا رویہ ٹالنے والا تھا۔

''مذاق نہیں آپا، آئی ایم سیریس، تانی نے مجھے کنفیوژ کر دیا ہے۔'' وہ منہ بسورے بولی۔

''میرا پیار پر جو یقین تھا جو میچ میں نے پیار کا بنایا تھا وہ ڈانوڈول ہو رہا ہے آپا۔'' وہ رونی صورت کے ساتھ اس کی طرف دیکھ کر بولی۔

''یہ سب تو ظلم ہے ناں اب فیک دنیا کے لیے صرف

فلم کی چند سینز کی وجہ سے اپنا ایمان کیا ڈگمگانا۔ فلمی دنیا میں اور اصل دنیا میں بہت فرق ہوتا ہے اسی لیے اپنے دماغ کو نہ تھکاؤ۔''

''تم سے تو کوئی ٹاپک ڈسکس کرنا ہی فضول ہے۔ تم اپنی ہی تھیوری بیچ میں لے آتی ہو۔'' وہ تپ کر بولی تو اس نے لب بھینچ لیے۔

''اچھا چھوڑو یہ بتاؤ کوئی خبر آئی کیا؟'' وہ رازداری سے پوچھنے لگی تو اس کے چہرے پر ایک سایہ لہرایا۔

''نہیں، اچھا میں امی کے پاس ہوں آجاؤ ادھر ہی بھوک لگ رہی ہے مجھے تو کچھ کھانے کے لیے پکانا ہے۔'' مختصراً جواب کے بعد وہ بنا اس کا جواب سنے اٹھ گئی اور باہر کی طرف قدم بڑھا دیے جبکہ ابھی باتیں باقی تھیں لیکن ہمیشہ کی طرح اس نے ساری بحث کو پل بھر میں سمیٹا اور وہاں سے بھاگ گئی تھی۔

❁ ❁ ❁

وقتاً فوقتاً زیر لب آتی دعاؤں اور طویل انتظار کے بعد تقریباً دو ہفتوں کے بعد وہ اسے نظر آئی تھی۔ اس نے ان آنکھوں کا دیدار کیا تھا۔ اس کی چال، ٹھہرا ٹھہرا سا انداز دور سے ہی لاکھوں میں بھی وہ اس کو پہچان سکتا تھا آج وہ تنہا بھی تھی، تو نجانے کیوں ارمان صدیقی کے قدم اس کی طرف بڑھنے لگے حالانکہ وہ ہمیشہ بہت محتاط رہا تھا لیکن اس پل وہ اپنے قدموں پر کوئی اختیار نہ رکھ پایا اور ہپناٹائزنگ انداز میں نظریں اس پر جمائے وہ آگے بڑھتا رہا تھا۔

''اف مرگئی۔'' یکلخت اسی سمت سے آتی نسوانی آواز نے اس کے قدم روک دیے تھے وہ دائیں بائیں نظریں دوڑا رہی تھی۔ دوسرے لمحے ایک لڑکا جو بمشکل دس بارہ سال کا ہوگا اس کی سمت بڑھا۔

''آئی ایم ریئلی سوری مس، غلطی سے یہ بال آپ کی طرف آگئی تھی۔ آپ کو لگی تو نہیں نا۔'' وہ تین چار فٹ کے فاصلے پر پڑی بال کو اٹھاتے ہوئے بولا تھا تو وہ جو اپنی کلائی کی ٹوٹی چوڑیوں کو دیکھ رہی تھی اس کی طرف دیکھا اور اپنے عبایا کے بازو کو جھاڑ کر چوڑیوں کے ٹکڑے نیچے پھینک دیے۔

''کوئی بات نہیں میں ٹھیک ہوں لیکن نیکسٹ ٹائم احتیاط سے کھیلنا۔'' وہ اس کا چہرہ نہیں دیکھ سکتا تھا لیکن آنکھوں میں چمکتی قندیلوں سے اندازہ لگایا تھا کہ وہ مسکرائی ہے اور پھر یکلخت اس نے قدم بڑھائے اور ارمان صدیقی دوبارہ قدم بڑھانے کی ہمت نہ کرسکا بس خاموشی سے کھڑا اس کو جاتا دیکھتا رہا اور دور ہوتے ہوتے ہوئے بالآخر وہ نظروں سے اوجھل ہوگئی تو ارمان نے گہرا سانس لیا اور قدم بڑھائے دوسرے پل وہ اس جگہ تھا جہاں اس کی چوڑیوں کے ٹکڑے پڑے تھے اس نے چاروں طرف نگاہیں دوڑائیں اور گھٹنوں کے بل نیچے بیٹھ گیا اور ان ٹکڑوں کو اٹھانے لگا۔ دو ٹکڑے پیلی کانچ کی چوڑی کے اور ایک ریڈ چوڑی کے جو ثابت کررہے تھے کہ بال لگنے سے اس کی صرف دو چوڑیاں ہی ٹوٹی ہیں۔ اس نے وہ اٹھائیں اور جینز کی پاکٹ میں سے ٹشو پیپر نکالنے لگا تو ہزار کا نوٹ بھی ٹشو پیپر کے ساتھ برآمد ہوا تو مدہم مسکراہٹ کے ساتھ ٹشو پیپر واپس پاکٹ میں ڈالا اور ہزار روپے کے نوٹ میں ان ٹکڑوں کو سمیٹ لیا اور پاکٹ میں ڈال کر اٹھ کر کھڑا ہوا ایک نظر پھر ان راستوں کو دیکھا جہاں سے وہ گزر کر گئی تھی اور واپس پلٹ کر ایک بار پھر اپنی راہ چل پڑا۔

❁ ❁ ❁

''تم یہاں؟'' وہ اپنے کمرے میں داخل ہوا تو پہلی نظر ہی اس پر پڑی تھی جو کونے میں رکھی چیئر پر بیٹھی نجانے کن سوچوں میں گم تھی۔

''کیوں، میں یہاں نہیں آسکتی کیا؟ یہاں کوئی ایسا بورڈ نہیں لگا جس پر لکھا ہو ''یہاں آنا منع ہے۔'' عام دنوں کی نسبت اس وقت وہ قدرے نارمل لہجے میں بولی لیکن اس کے انداز میں کوئی ایسا تاثر ضرور تھا کہ ارمان صدیقی نے لب بھینچ لیے دوسرے لمحے وہ اس کے سامنے کھڑی تھی تو ارمان صدیقی نے گہرا سانس لے کر نظریں پھیر لیں اور یہی وہ لمحہ ہوتا ہے جب عروہ صدیقی کے اندر کچھ ٹوٹنے بکھرنے لگتا ہے جس اذیت سے وہ ان لمحوں کا عذاب سہتی ضبط کی جن سرحدوں کو چھوتی صرف وہی جانتی تھی۔

"یہ کیا ہے ارمان صدیقی؟" وہ ایک بار پھر اس کے سامنے آئی تھی ارمان کی نظریں اس کے ہاتھ میں پکڑے پیپر پر پڑیں تو وہیں جم گئیں۔

"یہ...... یہ...... تمہارے پاس کہاں سے آیا ہے؟" ارمان صدیقی کی حیرت سوا نیزے پر تھی۔

"کیوں تم یہ چھپانا چاہ رہے تھے۔" وہ استہزائیہ انداز میں مسکرا کر پوچھنے لگی۔

"نہیں میں چھپانا نہیں چاہ رہا تھا لیکن صحیح وقت پر تمہیں ضرور بتاتا۔" وہ پیپر اس کے ہاتھ سے لینے لگا تو یکلخت ہی اس نے ہاتھ پیچھے کرلیا۔

"عروہ۔" وہ فقط اتنا ہی کہہ سکا تھا۔

"تمہارے پاس کیسے آیا یہ؟" وہ دونوں بازو باندھتے ہوئے نظریں اس پر جمائے کھڑا تھا۔

"تایا ابا نے دیا تھا کہ تمہیں دے دوں۔" وہ بے پروائی سے بولی۔

"تو دو۔" وہ ایک ہاتھ جینز کی پاکٹ میں ڈالتا دوسرا اس کے سامنے پھیلائے ہوئے بولا۔

"نہ دوں تو۔" وہ شرارت پر آمادہ نظر آئی تو ارمان صدیقی نے پھیلا ہاتھ پیچھے کرلیا۔

"عروہ تم جانتی ہو میں اپنے فیصلے نہیں بدلتا تمہاری یہ شرارت سراسر بے وقوفی ہے۔" وہ قدرے سنجیدگی سے گویا ہوا تو عروہ کے چہرے پر پل بھر میں ایک سایہ سا لہرا گیا۔

"نہ بدلو فیصلہ ارمان صدیقی لیکن جن فیصلوں سے کسی دوسرے کو تکلیف پہنچتی ہو ناں ان پر نظر ثانی ضرور کرنی چاہیے۔" وہ سنجیدگی سے بولی۔

"یہ دینا ہے کہ نہیں۔" اس کی بات کو اس کی التجائیہ لہجے کو مکمل طور پر نظر انداز کرتے ہوئے وہ بولا۔

"یہ لو۔" دوسرے پل وہ پیپر اس کو دے دیا اور قدم باہر بڑھا دیے۔

"عروہ میرا جانا ضروری ہے۔" اس نے نظریں پیپر پر جمائیں اور اس سے مخاطب ہوا، جانتا تھا کہ وہ آگے نہیں بڑھ سکے گی۔

"تو جاؤ میں نے کب روکا ہے۔" وہ رکی ضرور تھی لیکن پلٹ کر دیکھا نہ تھا۔

"تم جانتی ہو عروہ، وہاں کسی کو میری ضرورت ہے۔"

"اور یہاں...... یہاں تمہاری ضرورت نہیں ہے کیا؟" اب کے عروہ نے اس کو دیکھا تھا۔

"تم جانتی ہو میں پھوپو جانی کو زیادہ ٹائم کے لیے اکیلا نہیں چھوڑ سکتا۔" اس نے سرسری نظروں سے اسے دیکھا اور پھر پیپر پر متوجہ ہوا۔

"وہ اکیلی نہیں ہیں ارمان صدیقی ان کے ساتھ بہت سے لوگ ہیں ان کے ساتھ وہ شخص ہے جو ان کے لیے سب سے زیادہ ضروری ہے اور اہم تھا۔" عروہ چلتی ہوئی ایک بار پھر اس کے سامنے آ کھڑی ہوئی تو ارمان نے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔

"لوگوں کا ہجوم بعض دفعہ نا کافی ہوتا ہے ہمارے ساتھ رہتے ہمارے، بہت اپنے بھی ہمارے اس اکیلے پن کو دور نہیں کرسکتے جو ہمارے اندر صدیوں سے ہوتا ہے۔" ارمان نے پیپر فولڈ کرتے ہوئے قدرے سنجیدگی سے اس کو دیکھتے ہوئے اپنا فیصلہ سنایا تو عروہ نے لب بھینچ کر اپنے آپ کو مزید کچھ بھی کہنے سے باز رکھا۔

"اگلے ہفتے پیر والے دن کی فلائٹ ہے میری شام چار بجے کی۔" ارمان صدیقی نے اس کے چہرے پر نظریں جمائے اس کو اطلاع دی تھی۔

"جانتی ہوں تمہاری فلائٹ کا یہ کنفرمیشن لیٹر پڑھ چکی ہوں۔" وہ سپاٹ انداز میں اس کی طرف دیکھے بنا بولی تھی۔

"اچھا۔"

"یہ اچھا نہیں ہے ارمان صدیقی تم محض یہاں سے بھاگنے کے لیے پھوپو جانی کی تنہائی کا یہ لولا، لنگڑا سا عذر پیش کررہے ہو۔" دوسرے پل وہ پھر اسی تیزی سے بولی جو اس کی شخصیت کا حصہ تھی۔

"عروہ تم جانتی ہو، برسوں سے میری یہی روٹین ہے مجھے یو کے جانا ہوتا ہے اور تم یہ بھی جانتی ہو کہ......!"

"کیا تم سب کچھ جانتے ہو؟" اس کی بات کاٹ کر وہ

اس پر نظریں جمائے بولی۔
"عروہ جو کچھ میں جانتا ہوں تم بھی وہ اچھی طرح جانتی ہو تو اپنے لیے مزید مشکلیں نہ پیدا کرو۔" وہ اس کو سمجھانے لگا۔
"تم نہیں سمجھ سکتے ارمان صدیقی۔" وہ رخ موڑے بے بسی سے گویا ہوئی تھی۔
"تم سے زیادہ یہ سب سمجھ سکتا ہوں، لیکن کچھ معاملات میں، میں مجبور ہوں۔" ارمان بیڈ پر جا بیٹھا۔
"اور وہ کچھ معاملات صرف میرا معاملہ ہے ناں؟" یکلخت وہ پلٹی۔
"تم اس دفعہ یہاں سے میری وجہ سے جانا چاہ رہے ہو ناں؟" عروہ نے اس کی آنکھوں میں دیکھ کر سوال کیا۔
"تمہاری وجہ سے نہیں تمہارے لیے۔" اس نے جھوٹ بولنا یا کسی قسم کا عذر تراشنا مناسب نہ سمجھا اور حقیقت بیان کردی۔
"واہ ارمان صدیقی واہ۔" طنز سے بھرپور انداز میں عروہ نے تالی بجائی۔
"شٹ اپ عروہ خوامخواہ سین کری ایٹ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔" وہ قدرے ناگواری سے بولا۔
"جاؤں یہاں سے۔" دوسرے پل وہ اٹھ کھڑا ہوا تھا اس کے کہتے ہی وہ پلٹ گئی۔
"سنو۔" وہ چند قدم بڑھا پائی تھی کہ اس کی آواز پر رک گئی۔
"تم میرے لیے بہت قیمتی ہو۔"
"ہاں جانتی ہوں۔" اسے اپنی آواز کیسی گہری کھائی سے آتی محسوس ہوئی۔
"حیدر علی شاہ کے لیے کوئی پیغام دینا چاہو گی؟" وہ چلتا اس کے سامنے آیا اور مسکراتے لہجے میں اس سے پوچھنے لگا۔
"ہاں اسے کہنا کہ پاکستان آئے اور امیر مرتضٰی کو قتل کردے۔" وہ انتہائی تلخی سے بولی۔
"ہاہا اور تمہیں لے کر فرار ہوجائے۔" وہ بولا تو عروہ نے ترشی نظروں سے اسے دیکھا اور مزید کچھ بھی کہے بنا وہاں سے باہر نکل گئی اور ارمان صدیقی چاہ کر بھی اس کا رستہ نہ روک سکا۔

❀......❀......❀

"سنو رافعہ کیا کررہی ہو؟" وہ کمرے میں داخل ہوئی تو وہ اپنے سامنے کتابوں کا ڈھیر لگائے ہوئے بیٹھی تھی ایک کتاب پر کافی کا بڑا سا مگ رکھا تھا جس میں سے اڑتا ہوا دھواں اس بات کا ثبوت تھا کہ کافی انتہائی گرم ہے۔
"کچھ نہیں آپا بس کچھ نوٹس بنانے تھے لائبریری سے بکس ایشو کرائی تھیں ناں تو اب ان سب کتابوں کے رخصت ہونے کا ٹائم آ گیا ہے تو میں نے سوچا جلدی سے نوٹس بنالوں۔" وہ اپنے مخصوص چلبلے انداز میں تفصیل سے جواب دینے لگی تو وہ ہنسنے لگی۔
"ہائے آپا تم ہنستی ہوئی کتنی پیاری لگتی ہو ناں، کاش کہ میں۔"
"بس......بس اب کوئی فضول گوئی نہیں مجھے تم سے ضروری بات کرنی تھی۔" وہ اس کو ڈپٹتے ہوئے اپنے مخصوص مدہم انداز میں بولی۔
"ضروری بات اور مجھ سے ہائے میں مرجاؤں، یہ رافعہ شیرازی اتنی میچور کب سے ہوگئی کہ خوش بخت شیرازی اس سے ضروری بات کرنے کے لیے بذات خود تشریف لائی ہیں۔" وہ سنجیدگی سے مبرا اپنے ہی حال میں مست اس کو چھیڑنے لگی تھی۔
"رافعہ پلیز۔" وہ ہاتھ مروڑتے ہوئے اس کے ساتھ بیٹھ گئی۔
"رکو......رکو......رکو۔" رافعہ کے انداز نے اس کو چونکا دیا۔
"اگر یہ گرجاتی ناں تو میری ساری محنت تو ضائع جاتی ہی ساتھ خوامخواہ کی جیب بھی ہلکی ہوجاتی۔" وہ کافی کا مگ اٹھا کر سائیڈ ٹیبل پر رکھتے ہوئے اس کو کہنے لگی۔
"غلطی تو تمہاری بھی ہے نا رافعہ، یوں اس طرح بے پروائی برتو گی تو پھر "چونا" لگنے کا ڈر تو لگا رہے گا ناں۔" وہ اس کے برابر بیٹھتے ہوئے اپنے مخصوص سنجیدہ انداز میں

بولی تو کتاب کو سائیڈ پر رکھتی رافعہ نے پلٹ کر اس کے گمبھیر انداز کو دیکھا۔
"یار ایک تو تمہارا یہ انداز ناں۔" رافعہ نے گہری نظروں سے اسے دیکھا جو نظریں جھکائے بیٹھی اپنی ہتھیلیوں کو نہایت انہماک سے دیکھ رہی تھی۔
"ہاتھوں کی لکیروں میں قسمت کی کہانیاں نہیں رقم ہوتی ہیں بہنا، یہ معاملہ کہیں اور ہی طے پاتا ہے اس کا فیصلہ کسی اور کے ہی اختیار میں ہوتا ہے۔" رافعہ نے کافی کا مگ اٹھاتے ہوئے کہا تھا۔
"جانتی ہو رافعہ جب ہماری خواہشات میں ہماری نیک نیتی شامل ہو جاتی ہے اور ہم اس خواہش کو پانے کے لیے وہی راستہ اختیار کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہے تو ہماری خواہش ہماری قسمت بن جاتی ہے کیونکہ ہم نے اللہ کو ناراض نہیں کیا ہوتا ہے۔" خوش بخت مدھم آواز میں بولی تو رافعہ نے دیکھا اس کی آنکھوں میں عجیب چمک اور چہرے پر پھیلی آسودہ مسکراہٹ خوش بخت کی زندگی میں کسی خوشگوار لمحے کی آمد کا اشارہ دے رہی تھی۔
"کیا مطلب؟" رافعہ کافی کا سپ لیتے ہوئے متعجب انداز میں اس سے استفسار کرنے لگی۔
"مطلب کا تو معلوم مجھے۔" خوش بخت نظریں جھکائے ہوئے بولی۔
"بلال کاظمی کا میسج آیا تھا اور وہ بتا رہا تھا کہ وہ مصروف رہا ہے جس وجہ سے رابطہ نہیں کر سکا۔" خوش بخت رک رک کر رافعہ کو بتا رہی تھی اور رافعہ کافی کا مگ ہونٹوں سے لگائے نظریں اس کی جھکی آنکھوں پر جمائے اس کو سن رہی تھی۔
"اس کی امی کی طبیعت خراب تھی اور بلال کو پیسوں کا انتظام کرنا تھا۔" خوش بخت مزید گویا ہوئی تو رافعہ نے گہرا سانس لیا۔
"تمہیں اس کی ان باتوں پر یقین ہے؟" وہ خاموش ہوئی تو رافعہ نے انتہائی سنجیدگی سے اس سے سوال کیا۔
"مجھے نہیں پتا۔" رافعہ نے گہری نظروں سے اسے دیکھا۔
"اعتبار کے ترازو میں کوئی تیسرا پلڑا نہیں ہوتا یقین ہے یا نہیں، بس یہی آپشن ہوتے ہیں اور ہمیں ہاں یا نا میں سے کسی ایک کا انتخاب کرنا پڑتا ہے۔" رافعہ یوں تو خوش بخت سے عمر میں چھوٹی تھی لیکن لوگوں کو پہچاننے کے معاملے میں اس کی سمجھ خوش بخت سے کئی گنا زیادہ تھی۔
"اس نے کہا ہے وہ شادی کرنا چاہتا ہے۔" خوش بخت ہاتھوں کو مروڑتے ہوئے بولی۔
"تمہیں اس پر اعتبار ہے؟" رافعہ جانتی تھی کہ خوش بخت کو اس پر اعتبار ہے وہ اس کے چہرے اور آنکھوں میں اعتبار کے رنگ دیکھ چکی تھی لیکن اس کے سامنے اقرار کرنے سے خوش بخت ڈرتی تھی۔
"اگر صرف دل کی سنتی ہوں ناں ہاں مجھے بلال پر اعتبار ہے لیکن جب دل کے ساتھ ساتھ دماغ کی بھی سنوں تو نجانے کیوں ایک عجیب سا ڈر اندر کہیں بہت دور محسوس ہوتا ہے۔" خوش بخت نے اپنی متزلزل سوچوں کو رافعہ کے سامنے بیان کیا تو رافعہ سے پرسوچ نظروں سے اسے دیکھا تو نجانے کیوں اسے آج بھی اپنی اس پاگل سی بہن پر بے تحاشہ پیار آیا۔
"ٹھیک ہے تم پریشان نہ ہو، بلال سے کہو کہ اپنے والدین کو بھیجے میں امی اور بابا سے بات کرنے کی کوشش کرتی ہوں لیکن تم اب اس سے زیادہ رابطہ نہ رکھنا جب تک وہ فیملی کو نہیں بھیجتا۔" رافعہ اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھتے ہوئے اس کو تسلی دینے لگی تو خوش بخت نے اثبات میں سر ہلایا اور پھر چند ادھر ادھر کی باتوں کے بعد وہ اٹھ کر اپنے کمرے میں چلی گئی جبکہ اس کے جاتے ہی رافعہ کی سوچیں پھر سے بھٹکنے لگی۔

❀.......❀.......❀
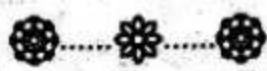
"ارمان صدیقی۔" وہ اپنے کمرے میں کھڑا اپنی شرٹس نکال کر بیڈ پر رکھ رہا تھا اور بیگ میں سے دوسری ضرورت کی چیزیں جھانک رہی تھیں جو یقیناً پیکنگ کی تیاریاں تھیں۔
"ہوں..... کیا ہوا؟" ایک سرسری نظر اس پر ڈال کر وہ دوبارہ اپنے کام میں مصروف ہو گیا۔

”تم واقعی جا رہے ہو۔“ کمرے میں بکھری چیزوں پر طائرانہ نظر ڈالتے ہوئے وہ متفکرانہ لہجے میں اس سے استفسار کرنے لگی تھی۔
”تم جانتی ہو مجھے جانا ہے۔“ شرٹس کو ہینگر سے اتار کر فولڈ کرتا ہوا وہ بنا اس کی طرف دیکھے بولا تھا۔
”واپس کب آؤ گے؟“ وہ اس کے سوٹ کیس کو دیکھتے ہوئے بھرائی آواز میں بولی۔
”جلدی یا شاید سالوں بعد۔“ وہ بے پروائی سے بولا تو اس کے اندر آندھیاں چلنے لگی۔
”تمہیں بھی تو وہاں ہی آنا ہے ناں۔“ ارمان کے انداز میں ہلکی سی شوخی تھی۔
”کس حوالے سے؟“ نجانے کیوں وہ سوال کر بیٹھی تو ارمان نے حیرت سے اسے دیکھا۔
”حوالہ تو ایک ہی ہے اور بہت مضبوط بھی بشرطیکہ تم حقیقت کو تسلیم کرو۔“ ارمان سائیڈ ٹیبل کی دراز سے اپنی چیزیں نکال کر سوٹ کیس کی پاکٹ میں ڈال کر اسے دیکھتے ہوئے بولا تو عروہ لب بھینچ کر رہ گئی۔
”اور تم ارمان صدیقی تم جانتے ہو کہ بابا جان کیا سوچے بیٹھے ہیں۔“ عروہ کی نظریں جھکی ہوئی تھیں شاید وہ اب اپنے بھرم پر ضبط کے بند باندھنے کی کوشش میں تھی۔
”دیکھو عروہ بابا جان کو ہینڈل کرنا میرا کام ہے تم راضی ہو تو۔“ ارمان نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا۔
”نہیں، بابا جان سے اگر کسی نے بات کی تو وہ صرف اور صرف حیدر علی شاہ ہوگا۔“ عروہ ایک بار پھر ضدی لہجے میں اپنا فیصلہ سنانے لگی۔
”اور تم جانتی ہو کہ حیدر علی شاہ ایسا نہیں کرسکتا۔“ ارمان، حیدر کا دفاع کرتے ہوئے بولا۔
”اگر وہ ایسا نہیں کرسکتا تو بابا جان جو کرنا چاہتے ہیں وہی ہوگا۔“
”تم جانتی ہو حیدر کی پوزیشن کو پھر بھی یہ ضد؟“ ارمان اس وقت سو فیصد حیدر کی طرف داری کر رہا تھا۔
”ارمان صدیقی تم آج ایک بات طے کرو؟“ اس کی طرف دیکھتے عروہ انتہائی ترش لہجے میں اس سے مخاطب تھی۔
”میں جب بھی بولا ہوں تمہارے حق میں تمہارے فائدے کے لیے بولا ہوں عروہ صدیقی۔ اس کے لہجے سے جھانکتے تیز نشتر کو نظر انداز کرتے ارمان اس کے ان کہے سوال کا جواب دینے لگا تو عروہ چونک گئی۔
”اور اب تمہارے لیے بہتر یہی ہے کہ تم باتوں کو طے کرو، نہ کہ دوسروں کو اس کی تلقین کرو۔“ اس کے غصیلے انداز پر عروہ کی آنکھیں میں نمکین پانی تیرنے لگا۔
”دیکھو عروہ حیدر کی پوزیشن کا تمہیں اچھی طرح اندازہ ہے اور اس کے جذبوں سے بھی تم بخوبی واقف ہو تم یہ تلخی ضد کر کے اپنے ساتھ ساتھ ہم سب کے لیے بھی مشکل پیدا کرو گی۔“ اب کے ارمان رسانیت سے اس کو سمجھانے لگا تھا۔ تو عروہ نے اسے دیکھا۔
”حیدر بہت اچھا ہے۔“
”اور تم اچھے نہیں ہو۔“ وہ ڈبڈبائی آواز میں بولی۔
”نہیں میں اچھا نہیں ہوں کم از کم تمہارے معاملے میں قطعی نہیں۔“ وہ دوٹوک انداز میں بولا تو عروہ لب بھینچ کر رہ گئی۔
”میں نے ہمیشہ تمہیں حیدر کے حوالے سے دیکھا جائے ہماری دوستی میں کوئی تلخی نہیں آنی چاہیے۔“ ارمان پھر گویا ہوا۔
”او کے...... نہیں آئے گی آئی ایم سوری۔“ وہ اپنی آنکھوں کو رگڑتے ہوئے مسکرا کر بولی۔
”گڈ گرل اور اب تم مجھے اس بات کی بھی اجازت دو کہ میں جب یو کے جاؤں اور حیدر کی ہمت بندھاؤں، اس کو اس بات پر راضی کروں کہ بابا جان سے بات کرو اور......!“
”نہیں میں تمہاری بات مان رہی ہوں، لیکن تم بھی میری بات مانو گے۔“ عروہ اس کی بات کاٹ کر تحکم بھرے انداز میں اس سے مخاطب ہوئی تو ارمان نے استعجابیہ نظروں سے اسے دیکھا۔

''کیا مطلب کون سی بات؟'' ارمان اس کی طرف دیکھ کر اس سے دریافت کرنے لگا۔
''تم حیدر علی شاہ سے میرے حوالے سے کوئی بات نہیں کرو گے۔''
''لیکن عروہ......وہ!''
''اگر تم چاہتے ہو کہ میں خوش رہوں میں حیدر علی شاہ کی اپنے لیے فیلنگز کو پہچاننے لگوں تو تمہیں میری یہ بات ماننی پڑے گی۔'' وہ ضدی لہجے میں بولی۔
''دس از ناٹ فیئر عروہ، تم جانتی ہو حیدر کو کسی کی ضرورت ہے جو اس کو حوصلہ دے سکے۔'' ارمان روہانسی انداز میں اس سے مخاطب تھا۔
''تو وہ کسی عروہ صدیقی ہو سکتی ہے نا؟'' عروہ مسکراتے ہوئے شرارتی انداز میں اس سے مخاطب ہوئی تو ارمان نے اس کے انداز پر چونک کر اسے دیکھا۔
''رئیلی، آر یو سریس۔ تم حیدر کو خود سپورٹ کرو گی۔'' ارمان کے ہر ایک لفظ میں بے یقینی واضح تھی تو عروہ کھلکھلا کر ہنسی۔
''حیدر علی شاہ ڈرپوک انسان...... بزدل جو خود تو سات سمندر پار جا کر چھپ گیا اور تمہیں اپنا وکیل بنا کر میرے سر پر مسلط کر دیا۔ یا شاید تمہیں ہی شوق ہے خوامخواہ اس کی وکالت کا۔'' عروہ لاابالی مگر کڑواہٹ بھرے لہجے میں حیدر علی شاہ کے لیے صلواتیں سنانے لگی تو ارمان نے قہر آلود نظروں سے اسے دیکھا۔
''عروہ بے وقوفی کی باتیں صرف مذاق کی حد تک ہی اچھی لگتی ہیں اور قابل برداشت بھی تبھی رہتی ہیں جب حدیں پار نہ ہوں۔'' ارمان نے سپاٹ لہجے میں کہا۔
''اونہہ۔'' عروہ ایک نظر اسے دیکھ کر منہ پھیر گئی۔
''میں نے تمہاری ہر بے وقوفی برداشت کی ہے ہر الزام کو خاموشی سے سہا ہے جانتی ہو کیوں؟'' ارمان مضبوط انداز میں اس کی طرف دیکھ کر کہنے لگا۔
''میں جانتا ہوں کہ تم سب جانتی ہو لیکن سمجھتی نہیں ہو کہ......؟''

''تم یہی چاہتے ہو ناں کہ میں تمہیں تنگ نہ کروں اور حیدر علی شاہ کو سپورٹ کروں؟'' عروہ ان الزامات پر تلملا اٹھی تھی ارمان نے ابرو اچکا کر اس کے آتش فشاں انداز کو دیکھا۔
''میں تمہیں تنگ نہیں کروں گی یہ وعدہ ہے لیکن......لیکن۔'' وہ دوٹوک انداز میں اس سے مخاطب تھی ارمان نے متعجب نظروں سے اسے دیکھا۔
''حیدر علی شاہ کے معاملے میں میں کمپرومائز نہیں کر سکتی، اس کو خود بڑھنے دو ارمان اس میں خود ہمت آنے دو کہ وہ میرے لیے لڑے اتنا تو فیور کر سکتے ہو اپنی اس بے وقوف ناسمجھ دوست کے لیے؟'' سنجیدگی سے کہتے کہتے اس نے طنزیہ لہجہ اپنایا تو ارمان نے بمشکل اپنی مسکراہٹ روکی۔
''میں......!''
''پلیز ارمان اب پھر سے اس کا دفاع نہ کرنا۔'' وہ روہانسی انداز میں اس کی بات پوری ہونے سے پہلے ہی بولی۔
''میں نے ہمیشہ تمہارا دفاع کیا ہے اوکے میں اب حیدر سے ایسی کوئی بات نہیں کروں گا نہ ہی اس کو کسی بات کے لیے قائل کروں گا اب جو کچھ بھی کرنا ہوگا حیدر کو خود ہی کرنا ہوگا۔'' ارمان نے مکمل یقین اور اعتماد سے اس کی طرف دیکھا تھا۔
''تھینک یو۔'' عروہ مدھم مسکراہٹ کے ساتھ بولی اور اٹھ کھڑی ہوئی۔
''تم دیکھنا ایک دن تمہیں اپنی بے وقوفیوں پر ہنسی آئے گی اب کہاں چل دیں؟''
''تم مصروف ہو ناں تو میں بھی کچھ کام کر لوں۔'' اس کی بات کو نظر انداز کرتی ہوئی وہ بولی۔
''میں تو مصروف نہیں ہوں۔'' ارمان بولا اور ساتھ ہی موبائل پر آنے والی کال کی طرف متوجہ ہوا تو عروہ نے گہرا سانس لے کر اسے دیکھا تھا۔
''اچھا تم بات کرو میں بعد میں آتی ہوں۔'' ارمان نے موبائل کو اٹھایا تو عروہ کہتی ہوئی باہر نکل گئی اور ارمان نے یس کا بٹن پش کر کے موبائل کان سے لگا لیا۔

☆☆☆

''مبارکاں...... مبارکاں...... مبارکاں......!'' وہ کمرے میں داخل ہوئی اور حیا کی پوٹلی بنی بیٹھی خوش بخت سے لپٹتے ہوئے انتہائی مسرت سے اس کو مبارک دینے لگی تو شرمگین مسکراہٹ کے ساتھ اس نے اسے دیکھا تھا۔

''میری بنو کی آئے گی بارا، میری لاڈو کی آئے گی بارات......!'' وہ اس کو گدگداتی ہوئی شوخی سے اس کو چھیڑنے لگی۔

''سب چلے گئے ہیں کیا؟'' اس کے ہاتھ پکڑے وہ مدہم سرشار آواز میں اس سے پوچھنے لگی۔

''تقریباً سب چلے ہی گئے ہیں لیکن بلال میاں ابھی تک براجمان ہیں اور ان کی بے چین نگاہیں اپنی خوشی کو ڈھونڈ رہی ہیں۔'' رافعہ شرارت سے اس کو بتانے لگی تو خوش بخت سمٹ کر رہ گئی۔

''کیا کرنے لگی ہو۔'' رافعہ وارڈ روب کی طرف بڑھی تو وہ پوچھنے لگی۔

''اب کیا اسی طرح ماسیوں والے حلیے میں ملاقات کرو گی۔'' اس نے ڈارک گرین پینٹ کا فراک جس کے گھیرے پر ڈیپ ریڈ ویلوٹ اور سلور کا خوب صورت امتزاج بنایا گیا تھا بلیک چوڑی پاجامہ اور گرین دوپٹہ جس کے سروں پر وائٹ موتی جڑے ہوئے تھے نکال کر بیڈ پر رکھا تو خوش بخت کے اوسان خطا ہونے لگے۔

''یہ...... یہ میں پہنوں گی؟'' خوش بخت حیرت سے چیخ اٹھی۔

''آپا جان آج ایک بھی انکار نہیں چلے گا اس لیے چوں چراں کی ناں تو حشر نشر کردوں گی۔'' رافعہ اس کو وارننگ دینے لگی تو خوش بخت اپنی اتنی تیاری کا سوچ کر ہی نروس ہونے لگی۔

''نہیں رافعہ پلیز، میں یہ...... تم جانتی ہو۔''

''میں کچھ نہیں جانتی اٹھو اور یہ پہن کر آؤ تاکہ میں باقی تیاری کروں۔'' رافعہ نے اس کی ایک بھی نہ سننے کی ٹھان رکھی تھی وہ کپڑے تھماتے ہوئے گویا ہوئی۔

''رافعہ اور تیاری کیا؟'' چاروناچار اس کو کپڑے پکڑنے پڑے۔

''تمہارا نکاح ہوا ہے میری پیاری آپا جان پلیز اپنی اس سادگی کو کچھ دیر کے لیے تو الوداع کہو۔'' رافعہ روہانسی انداز میں بولی تو وہ اٹھ کر واش روم کی طرف بڑھ گئی۔

اور پھر بلال کو اس پر یقین آگیا تھا بلال اپنے ماں باپ کو لے کر آیا تھا خالد شیرازی کی دو ہی بیٹیاں تھیں خوش بخت شیرازی اور رافعہ شیرازی دونوں بیٹیاں خالد اور نزہت کی آنکھوں کا تارا تھیں۔ خوش بختی اور خوشیوں کی علامتیں خوش بخت نہایت سلجھی اور دھیمے مزاج کی لڑکی تھی بہت حساس طبیعت کی مالک خوش بخت نجانے کب اور کیسے بلال کاظمی کے عشق میں گرفتار ہوگئی۔ بلال کاظمی اس کے ساتھ اسکول میں ٹیچر تھا جب خوش بخت نے ماسٹرز مکمل کیا تو اپنے شوق کو مدنظر رکھتے ہوئے اپنے ایریا میں اسکول میں ٹیچنگ کے لیے اپلائی کردیا اور تقریباً ایک ہفتے بعد اسے اپائنٹ بھی کرلیا گیا تھا بلال کاظمی ٹیچنگ اسٹاف میں شامل تھا۔ خوش بخت کی نفیس نیچر نے چند ہی ہفتوں میں بلال کو اسیر کردیا اور پھر فاصلے سمٹتے چلے گئے خوش بخت کی طرف سے کبھی کوئی ایسی پیش قدمی نہ ہوئی جو اس کی عزت یا ماں باپ کی تربیت پر حرف آتا اور اس کی یہی احتیاط بلال کے لیے باعث فخر رہی اور اس کے دل میں اس کا مقام مضبوط ہوتا گیا۔

اور پھر یہ سلسلے بڑھتے ہی چلے گئے بلال کی پوسٹنگ دوسرے شہر میں ہوگئی پر خلوص جذبے اور سچی محبتیں فاصلوں کی محتاج نہیں ہوتیں جب دل کے تار جڑے ہوں تو دوریاں کوئی معنی نہیں رکھتیں یہی معاملہ بلال اور خوش بخت کا بھی تھا اور پھر وقت کے ساتھ ساتھ ان کی محبت ایک جائز رشتے میں ڈھل گئی اور آج وہ دن تھا جب خواب حقیقت بن کر سامنے کھڑے تھے۔

رافعہ نے بہت مہارت سے ہمیشہ سادہ رہنے والی خوش بخت کو تیار کیا تھا اور خود بھی دنگ رہ گئی تھی۔ شرم وحیا اور سادگی عورت کے سب سے قیمتی زیور ہوتے ہیں اور

جب ہی اس میں محبت اعتبار اور عزت کا رنگ چڑھایا جاتا ہے تب عورت کے حسن سے انکار کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی ہے۔ بلال کے اعتبار اور اس کے پیار نے خوش بخت کو اپسرا بنا دیا تھا۔

"لو بھئی رافعہ بھی کوئی شاہکار بنا سکتی ہے آج اور اک ہوا۔" اس کی بندیا سیٹ کر کے دوپٹہ کو پن اپ کیا اور آئینے میں جھانکتے اس کے عکس کو دیکھ کر رافعہ شرارت سے گویا ہوئی تو خوش بخت نے جھکی پلکوں کو اٹھا کر دیکھا اور ایک لمحے کے لیے وہ اپنے ہی عکس کو پہچان نہ سکی۔

"رافعہ۔" یکلخت ہی اسے ٹھنڈے پسینے آنے لگے۔ اس روپ کے ساتھ بلال کا سامنا کرنے کے خیال نے ہی اس کی دھڑکنوں کو اتھل پتھل کر دیا تھا۔

"کیا ہوا؟" ڈریسنگ ٹیبل پر سے چیزیں سمیٹتی رافعہ نے حیرت سے اسے دیکھا جو ہاتھوں کو دبائے جا رہی تھی جو اس کے نروس ہونے کی علامت تھی بچپن سے خوش بخت کی عادت تھی وہ جب بھی گھبراتی اپنے ہاتھوں کو دبانے لگتی تھی۔

"یار...... یہ...... میں...... وہ......!" اس کے بے ربط انداز پر رافعہ کھلکھلا کر ہنسی تو اس نے خفیف نظروں سے اسے دیکھا۔

"ریلیکس...... ریلیکس...... یہ لو جوس پی لو۔" رافعہ بظاہر سنجیدگی سے بولی لیکن اس کی آنکھوں میں ناچتی شرارت اس کو مزید نروس کرنے کے لیے کافی تھی۔

"رافعہ پلیز میں اس تیاری کے ساتھ کہیں نہیں جانے والی۔" خوش بخت اپنی پوروں سے آئی لائنر ہلکا کرنے لگی تو رافعہ نے خشمگیں نظروں سے اسے گھور کر اس کا ہاتھ روک دیا۔

"تم آج کے دن اس سے بھی زیادہ تیاری ڈیزرو کرتی تھی لیکن میں اس میں تھوڑی سی اناڑی ہوں اس لیے فی الحال اتنے پر ہی اکتفا کرنا پڑا اور خبردار جو تم نے کوئی بھی گڑبڑ کرنے کی کوشش کی تو۔" رافعہ اپنے مخصوص تحکم بھرے انداز میں اس کو وارننگ دینے لگی تو خوش بخت نے نہایت بے بسی سے اسے دیکھا۔

"اچھا یہ لپ اسٹک تو تھوڑی سی لائٹ کرو ناں میں نے کبھی بھی اتنی ڈارک نہیں لگائی ناں تو اپنا آپ بہت آکورڈ سا لگ رہا ہے۔" خوش بخت نے ٹشو پیپر کی طرف ہاتھ بڑھایا تو رافعہ نے اس کا ہاتھ ٹشو پیپر بکس تک پہنچنے سے پہلے ہی باکس اٹھا لیا اور اس کو تیکھی نظروں سے دیکھا اور اس سے پہلے کہ خوش بخت مزید کوئی احتجاج کرتی کمرے کے دروازے پر ہونے والی دستک نے اس کے اوسان خطا کر دیے رافعہ نے یکلخت پلٹ کر دیکھا۔

"آیئے آیئے بلال بھائی آپ کا ہی انتظار ہو رہا تھا۔" رافعہ نے کن اکھیوں سے خوش بخت کے نروس انداز کو دیکھا اور مسکراتے ہوئے بلال کی طرف بڑھی۔

"میرا انتظار اخاصی نئی اطلاع ہے بھئی۔" وہ رافعہ کی طرف دیکھ کر بشاش لہجے میں اس سے مخاطب تھا اور اس کا یہ چہکتا انداز خوش بخت کے لیے کسی قیامت سے کم نہ تھا۔

"ہاں دیکھ لیں، مجھ سے بنا کر رکھیں گے تو آگے بھی نئی نئی اطلاعات ملتی رہیں گی۔" رافعہ بھی مکمل شریر موڈ میں تھی اور خوش بخت بس بل کھا کر رہ گئی۔

"ہاہاہا...... فائدہ تو اسی میں ہے کہ آپ سے ہاتھ ملا لیا جائے۔" بلال نے رافعہ کی اوٹ سے خوش بخت کے جھکے سر کو دیکھ کر قدرے شوخ لہجے میں کہا۔

"آپ؟" بلال بھائی آپ نے مجھے آپ کہا ہے؟" رافعہ بے انتہا حیرت سے چیخی تھی۔

"انسان غلطیوں کا پتلا ہے دانستہ یا نادانستہ وقتاً فوقتاً اس سے چھوٹی موٹی غلطیاں سرزد ہوتی رہتی ہیں میرے منہ سے بھی غلطی سے تمہارے لیے آپ نکل گیا ہوگا۔"

"بلال بھائی واہ مان گئی ہمارا احترام کرنے کو اب اپنی غلطی گردانتے ہیں۔" بلال کی شوخی سے دی گئی وضاحت پر رافعہ کھلکھلا کر ہنسی تھی۔

"نہیں بھئی اب ایسی بھی اندھیر نگری نہیں ہے میں تو بس یوں ہی تنگ کر رہا تھا۔" بلال مزید گویا ہوا۔

"اچھا چلیں کوئی بات نہیں ویسے آپ مجھے تم کہہ سکتے

ہیں آفٹر آل میں آپ کی اکلوتی سالی ہوں کچھ حق تو ہمارا بھی بنتا ہے۔" رافعہ کی جوابی کارروائی پر بلال نے اس کے پھیلائے ہوئے ہاتھ کو دیکھا تو لحہ بھر کو ٹپٹا گیا یقیناً وہ اس کے پھیلائے ہاتھ کا مطلب نہ سمجھا تھا۔

"بھائی صاحب میں آپ کے راستے میں کھڑی ہوں اتنی آسانی سے آپ یہ معاملہ طے نہیں کرسکتے۔" رافعہ نے بلال کے متذبذب چہرے کی طرف دیکھا اور خوش بخت کی طرف اشارہ کرکے اپنے پھیلے ہاتھ کی وضاحت دینے لگی تو پل بھر میں بلال سمجھ گیا۔

"او...... اچھا...... اچھا اب سمجھا...... مطلب کہ اکلوتی سالی صاحبہ میں یہ گن بھی ہیں۔" بلال نے پاکٹ سے دس روپے کا نوٹ نکال کر اس کی ہتھیلی پر رکھا اور اپنی مسکراہٹ دباتے ہوئے اسے دیکھا جو پھٹی پھٹی نظروں سے اپنی ہتھیلی کو دیکھ رہی تھی۔

"غضب خدا کا بلال بھائی یہ صلہ دے رہے ہیں آپ میری مدد کا۔" بلال سائیڈ پر سے نکل کر خوش بخت کی طرف بڑھا جو ان دونوں کی بحث کو نہایت انہماک سے سن رہی تھی اور بلال کے بڑھتے قدموں کو دیکھ کر ٹپٹا کر رخ موڑنے لگی تو اس کے چہرے پر ایک دلکش مسکراہٹ در آئی۔

بلال نے والہانہ نظروں سے خوش بخت کے اپنے لیے سجے سنورے روپ کو دیکھا اور پھر رافعہ کے احتجاج پر اس کی طرف پلٹا جو متعجب نظروں سے اسے گھورے جا رہی تھی تو بلال سر کھجانے لگا۔

رافعہ نے ایک نظر خوش بخت کے شرگیں انداز کو دیکھا اور پھر بلال کی خاموش التجا کو مزید تنگ کرنے کا ارادہ ملتوی کرتے ہوئے وہ بنا کچھ کہے باہر کی طرف بڑھنے لگی۔ تو بلال نے گہرا سانس لیا اور خوش بخت کی طرف قدم بڑھائے۔

❁......❁......❁

"چاندی نگر" اپنی نوعیت کی ایک منفرد عمارت دو منزلوں اور پانچ کمروں پر مشتمل تھی شیشوں کی بڑی بڑی کھڑکیوں پر دبیز برائٹ اور رنج ویلوٹ کے پردے دور سے ہی دیکھنے والے کی توجہ اپنی طرف کھینچتے تھے کالی اینٹوں کی جھکی ہوئی چھت، سفیدی مائل رنگین پتھروں کی دیواریں۔ چاندی نگر کی خوب صورتی اس کے مالک کے ذوق و شوق کی بھرپور عکاسی کررہی تھی رنگین ٹائلز کا آنگن جس کے چاروں طرف گلاب کے پودوں کا فینس بنایا گیا تھا اور جب ان فینس پر بہار آتی تھی چاندی نگر کھل اٹھتا تھا۔ دائیں جانب ناشپاتی، سیب اور آلو بخارا کے درخت سالہا سال سے آنگن کو رونق بخشنے کی کوشش میں تھے۔

اگر دل کی لگن کا تعلق صرف ظاہری خوب صورتی سے ہوتا تو یقیناً چاندی نگر کے مکین ایک دوسرے کے عشق میں ضرور مبتلا ہوتے چاندی نگر کی خوب صورتی اعلیٰ پائے کی جدید آرائش و زیبائش، نفاست، رنگینی، کشش اور پھر چاروں طرف پھیلا سکوت بے زارگی واضح کررہی تھی کہ عشق و محبت کی داستانیں ظاہری خوب صورت کی مرہون منت نہیں ہوتیں۔

چاندی نگر کے مکینوں کو ایک دوسرے سے نفرت نہیں تھی لیکن ان کے درمیان فاصلے حد سے سوا تھے تعلق کے باوجود لاتعلقی عروج پر تھی۔ دلوں میں محبت تھی لیکن آنکھوں میں بے زارگی نمایاں تھی نجانے کس جذبے سے متاثر ہوکر اس بڑے سے گیٹ پر لگے بورڈ پر چاندی نگر کھدوایا گیا تھا بے حسی اور بے زارگی چاندی نگر کے چپے چپے پر بکھری پڑی تھی جس کو سمیٹنے والا شاید کوئی نہ تھا یا شاید کوئی تھا لیکن اس کے پاس وہ اختیارات نہ تھے۔

چاندی نگر کی عقبی سائیڈ پر دو کچے کمروں کا چھپر بنایا گیا تھا جہاں پر دو گھوڑے تین مرغیاں اور ایک رنگین مرغا رہائش پزیر تھے اور یہ فضلاں بی کے لیے خاص تحفے تھے جو وجاہت علی شاہ نے ان کے شوق کو مدنظر رکھتے ہوئے فضلاں ان کو دیے تھے اور جن کی دیکھ بھال کی ذمہ داری فضلاں بی اور وجاہت علی شاہ نے خود اٹھائی تھی۔ فضلاں بی کے عجیب شوق تھے گارڈننگ خود کرنا، مرغیوں کو دانہ ڈالنا، گھوڑوں کی صاف صفائی کا کام وہ اپنے ہاتھوں سے سرانجام دیتی تھی فضلاں بی کو فریش کنواں کا پانی اچھا لگتا تھا

توان کی پسند اور خواہش کو پورا کرنے کے لیے وجاہت علی شاہ نے چاندی نگر کے بیک سائیڈ پر ایک کنواں کھدوالیا یہ ان کی فضلاں بی کے ساتھ محبت کا ثبوت تھا کہ وہ ان کی ہر اک خواہش کو پورا کررہے تھے۔ سائیں اللہ بخش، وجاہت علی شاہ کے ملازمین میں سے سب سے پرانا ملازم تھا جو چاندی نگر کے ذاتی امور کو سرانجام دیتا تھا وجاہت اور فضلاں بی کے ساتھ سائیں اللہ بخش کی اتنی بے تکلفی تو نہ تھی لیکن وہ کوئی بھی بات ہوتی سائیں اللہ بخش کے ساتھ یا اس کے سامنے کرلیا کرتے تھے۔ یوں سائیں اللہ بخش چاندی نگر کا فرد نہ ہوتے ہوئے بھی اپنی ایک الگ حیثیت رکھتا تھا جس سے وجاہت اور فضلاں بی کے ساتھ ساتھ کوئی اور ملازم انکار نہ کرسکتا تھا۔ اب سائیں اللہ بخش پر نئی ذمہ داری آپڑی تھی کہ کنواں کا پانی ایک مٹکے میں ڈال کر فضلاں بی اور وجاہت علی شاہ کے کمرے میں پہنچانا تھا۔ سائیں اللہ بخش چاندی نگر کے ہر ایک کونے سے واقفیت رکھنے کے باوجود وجاہت علی شاہ اور فضلاں بی کے پرائیویٹ کمرے میں جانے کے لیے اپنے آپ کو تیار نہ کرسکا اور اپنی شریک حیات تسلیم بیگم اور بیٹے حیدر اللہ بخش کو چاندی نگر لے آیا مقصد محض اپنی مدد کرنا تھا اور تسلیم بیگم اور حیدر کو لیے اپنے ساتھ اپنے کوارٹر میں رہنے لگا۔ تینوں کو اس سے زیادہ کی ضرورت تھی نہ خواہش اب وہ کام جو اللہ بخش کے ذمہ تھا وہ اللہ بخش نے اپنے طور پر تسلیم بیگم کے سپرد کردیا تھا اب آہستہ آہستہ چاندی نگر کے چھوٹے چھوٹے کاموں کی ذمہ داری تسلیم بیگم نے لے لی تھی ایک حیدر تھا جو تشنگی لیے حسرت بھری زندگی گزار رہا تھا عیش و آرام ملنے لگا تھا کیونکہ اللہ بخش کے حصے کے کوارٹر میں ہر طرح کی سہولت انہیں میسر آنے لگی تھی لیکن پھر بھی حیدر کے دل میں خوشی نہ پھوٹتی تھی وہ ہر لمحہ چاندی نگر کے در و دیوار کو متلاشی نظروں سے تکتا رہتا تھا۔

"فضلاں بی سفید گھوڑے کو نہلانے میں مصروف تھیں کہ وہاں پر کسی کی موجودگی کا احساس ہوا تو پلٹ کر دیکھا تو حیدر کو وہاں کھڑا پایا۔

"کیا بات ہے بچے ایسے کیا دیکھ رہے ہو؟" وہ کچھ نہ بولا اور اسی طرح کھڑا ان کی طرف دیکھتا رہا تو فضلاں بی پانی والا مگ ٹب میں رکھ کر اس کے پاس آ کر کھڑی ہوئی۔

"کچھ نہیں، بس دیکھنا تھا۔" ڈرا سہما حیدر فقط اتنا ہی کہہ سکا تھا فضلاں بی نے متعجب نظروں سے اسے دیکھا تھا ملگجے کپڑوں میں مٹی سے اَٹے پاؤں میں کوئی سلیپر نہ تھے دھول اور مٹی نے بالوں کو بھورا کر رکھا تھا تیرہ چودہ سال کا معصوم بچہ اور چہرے پر پیلا کی یاسیت اور سنجیدگی آنکھوں میں بے شمار حسرتیں نمایاں تھیں فضلاں کو چہرے پڑھنے نہ آتے تھے لیکن اس لمحے ننھے سے حیدر کا چہرہ جیسے کوئی کھلی کتاب لگ رہا تھا جس پر ہر ایک بات نہایت واضح تھی اور وہ بنا کسی حیلہ وحجت کے فرفر سب کچھ پڑھ پارہی تھیں۔

"تم سائیں اللہ بخش کے بیٹے ہو نا؟" وہ کنفرم کر رہی تھیں۔

"ہاں۔" وہ سرگوشی نما آواز میں اقرار کررہا تھا۔

"نام کیا ہے تمہارا۔" نجانے کیوں فضلاں بی اس کی ذات میں دلچسپی لینے لگی۔

"حیدر۔" وہ اسی طرح بنا تاثر کے بولا۔

"حیدر ماشاءاللہ بہت اچھا نام ہے کون سے اسکول جاتے ہو؟" اب فضلاں بی نے اس کو ساتھ لیا گھوڑوں کے نہلانے کے کام میں مشغول ہوتے ہوئے اس سے استفسار کرنے لگی۔

"اسکول نہیں جاتا ہوں۔" اب کے حیدر گھبرائی ہوئی آواز میں بولا تھا۔

"اسکول نہیں جاتے لیکن کیوں؟" فضلاں گھوڑے پر پانی ڈالتے ڈالتے رک کر اسے دیکھنے لگی تھی۔

"وہ میم...... اماں کہتی ہیں کہ......!"

"حیدر یہاں کیا کررہے ہو؟ میں نے کہا تھا کہ نہا دھو کر کپڑے بدل لو۔" ابھی اس نے اپنی بات مکمل نہ کی تھی کہ تسلیم کی آتی آواز نے اس کا رنگ فق کردیا اور اپنی بات کو یوں ہی ادھورا چھوڑ کر ایک ہی جست میں وہاں سے بھاگا تھا۔

"حیدر...... حیدر...... بچے بات تو سنو۔" فضلاں بی اس کو پکارتی رہ گئی لیکن اس کے تجسس کی پروا نہ کرتے ہوئے وہ وہاں سے بھاگ گیا تھا اور فضلاں بی سوچتی رہ گئی۔ چھوٹے سے بچے کے اتنے کرخت اور سنجیدہ تاثرات اس نے آج سے پہلے کبھی نہ دیکھے تھے۔ پھر ذہن جھٹک کر اپنے کام میں مشغول ہوگئی۔

❁......❁......❁

کبھی کبھی ہم بہت کچھ سوچتے ہیں اپنے لیے اپنوں کے لیے لیکن حالات ایسا رخ اختیار کرلیتے ہیں کہ ہماری سوچیں محض سوچیں ہی رہ جاتی ہیں ہم اپنے لیے کچھ کر پاتے ہیں نہ ہی اپنوں کو کوئی خوشی دے سکتے ہیں یہ کسی دوسرے کی غلطی نہیں ہماری اپنی ہی نااہلی ہوتی ہے جو ہمیں اس حد تک کمزور کردیتی ہے کہ ہم سوچنے سمجھنے کی ساری صلاحیتوں سے خود کو بری الذمہ کرلیتے ہیں۔

بعض اوقات بہت محفوظ نظر آنے والی محبتیں اندر سے کھوکھلی ہوتی ہیں۔

"آپا آپ بات کو سمجھنے کی کوشش کریں میں نے بھائی صاحب کے بارے میں کوئی ایسی بات نہیں کی ہے صرف وہی باتیں آپ تک پہنچائی ہیں جو میں نے سنی ہیں۔"

"مجھے تم سے ایسی امید نہیں تم یوں سنی سنائی باتوں پر یقین کرکے اپنی ہی بہن کے دل میں اس کے اپنے گھر میں بدمزگی پھیلانے کی کوشش کروگے۔" وہ انتہائی ترش انداز میں اس سے مخاطب تھی۔

"اللہ نہ کرے آپا کہ میں آپ کا گھر برباد کرنے کی کوشش کروں آپ مجھے اس حد تک غلط سمجھ سکتی ہیں مجھے ذرا سا بھی اندازہ نہ تھا۔" بشیر صدیقی یاسیت آمیز لہجے میں بولے۔

"دیکھو بشیر سنی سنائی باتیں غلط بھی ہوسکتی ہیں اور بغیر کسی پختہ ثبوت کے باتوں کی تفتیش کرنا رشتوں کو کمزور کرتا ہے۔" وہ رخ موڑے ناگواری سے گویا ہوئی تو بشیر صدیقی لب بھینچ کر رہ گئے۔

"او کے، میں اپنی ان سنی سنائی باتوں پر معذرت چاہتا ہوں اور آئندہ ایسی کوئی بات کوئی بھی سنی سنائی بات لے کر یہاں نہیں آؤں گا۔" بشیر صدیقی سنجیدگی سے گویا ہوئے تو فضلاں بی نے چونک کر انہیں دیکھا لیکن بولی کچھ نہیں۔

"مجھے صرف آپ کی خوشیاں عزیز ہیں لیکن سچی خوشیاں ریشم کے کچے دھاگے کے جیسی خوشیاں نہیں کھوکھلی اور بناوٹی خول چڑھی خوشیاں نہیں۔" بشیر صدیقی اٹھ کھڑے ہوئے تھے اور چلتے ہوئے فضلاں بی کے پاس آکر ان کے سر پر ہاتھ رکھ کر بولے تو فضلاں بی نے سر اٹھا کر انہیں دیکھا۔

"میں جانتی ہوں بشیر تم میرے لیے بہتر سوچ رہے ہو، میری خوشیاں تمہیں عزیز ہیں لیکن یقین مانو میرے پاس سچی خوشیاں ہیں۔ چاندی نگر میرا وہ خواب ہے جس کو وجاہت علی شاہ نے پورا کیا ہے تم دیکھو میری آنکھوں میں کیا یہاں تمہیں کوئی دکھ کوئی کرب نظر آرہا ہے؟" فضلاں بی نے بشیر صدیقی کی طرف دیکھا تو وہ مسکرانے لگا اور پھر ہنستے ہوئے اس کے سامنے سے ہٹ کر دوبارہ بیٹھ گئے۔

"آپا۔" وہ دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کو ایک دوسرے میں پھنسائے ہوئے بولنے لگے آنکھوں میں ایک بے یقینی تھی انداز میں بے اعتباری تھی لیکن لفظ کھو چکے تھے یا شاید لفظوں کی اہمیت کم پڑ چکی تھی فضلاں بی محبت میں بہت آگے نکل چکی تھی۔ ان کے پکارنے پر سوالیہ نظروں سے انہیں دیکھا۔

"آپا صدیقی مینشن آپ کا منتظر ہے۔" وہ آج التجا بھری نظروں سے فضلاں بی کو دیکھ رہے تھے تو لمحہ بھر کو وہ لب بھینچ کر رہ گئی۔

"میں جانتی ہوں اور میں آؤں گی۔ صدیقی مینشن میری بنیاد ہے اور بنیاد کے بغیر کوئی بھی عمارت کبھی کھڑی نہیں رہ سکتی لیکن......!"

"لیکن۔" اطمینان کے بعد یک لخت اضطرابی کیفیت نے بشیر صدیقی کو چونکا دیا۔

"صدیقی حسین کو وجاہت علی شاہ کو بھی وہی مقام دینے کا وعدہ کرنا ہوگا جو فضلاں بی کا ہے۔" وہ بشیر صدیقی کی طرف دیکھ کر مدہم لیکن دوٹوک انداز میں اپنا مدعا بیان

کرنے لگی تو بشیر نے چونک کر انہیں دیکھا۔
"اور آپ کو یہ کیوں لگتا ہے کہ وجاہت کا مقام وہ نہیں ہے جو ہونا چاہیے؟" بشیر نے متغیر نظروں سے دیکھا۔
"مجھے ایسا نہیں لگتا ہے۔ بشیر میں نہیں چاہتی کہ وجاہت کو ذرا سا بھی محسوس ہو کہ صدیقی مینشن کے مکین اور وجاہت کے درمیان شکوک وشبہات کی لکیریں کھینچی جا چکی ہیں اور!"
"آپا ایسی کوئی بات نہیں ہے، آپ بے فکر رہیں وجاہت بھائی صاحب آپ کے حوالے سے ہمارے لیے ہمیشہ قابل احترام ہی رہیں گے۔" فضلاں بی کی بات پوری ہونے سے پہلے بشیر صدیقی نے کہا تو وہ خاموشی سے ان کو دیکھ کر رہ گئیں۔
"میں اب چلتا ہوں آپا آپ کب تک آئیں گی؟" فضلاں بی پھر کچھ نہ بولیں تو بشیر صدیقی نے گہرا سانس لے کر اجازت طلب نظروں سے ان کی طرف دیکھا اور ان سے صدیقی مینشن آنے کا پوچھنے لگے۔
"اگر تم ایک بار وجاہت سے ذکر کردو کہ میں میرا مطلب ان کو بھی دعوت مل جائے تو میں......!" ہاتھوں کو مروڑتے ہوئے متذبذب انداز میں وہ ایک بار پھر ایک اور مطالبہ کررہی تھیں۔
"ٹھیک ہے میں آج شام تک کال کردوں گا اور خاص طور پر انوائٹ کروں گا۔" بشیر صدیقی آج انا کی ساری کشتیاں جلا کر چاندی نگر آئے تھے۔ فضلاں بی نے متعجب نظروں سے انہیں دیکھا اور لب بھینچ لیے تو بشیر صدیقی کے چہرے پر مسکراہٹ در آئی جانتے تھے کہ فضلاں بی کی سوچیں کس نہج پر رواں دواں تھیں کبھی کبھی اپنوں کی محبت میں انا کی دیواروں کو گرا کر صلح کا جھنڈا لہرانا ہی پڑتا ہے محبت کی سلامتی اور رشتوں کی بقا اسی میں پوشیدہ ہے کہ تھوڑا سا جھک جایا جائے ورنہ انجام انتہائی بھیانک اور تکلیف دہ ہوتا ہے اور پھر فضلاں بی کو انہی سوچوں میں مگن چھوڑ کر بشیر صدیقی، صدیقی مینشن واپس چلے گئے تھے۔

❁.........❁.........❁

صدیقی مینشن دو بھائیوں کی کل کائنات تھی بشیر صدیقی اور انجم صدیقی نے صدیقی مینشن کی بنیاد میں صرف اور صرف محبت کا سیمنٹ بھرا تھا چھوٹا سا گلستان لیکن محبت کی خوشبو ہر طرف بکھری پڑی تھی اعتبار قابل دید تھا۔
بشیر صدیقی اور نازین صدیقی کی دو اولادیں تھیں ارمان صدیقی اور ماوا صدیقی اور انجم اور ناہید کی طرف ایک ہی بیٹی تھی عروہ صدیقی ان گنے چنے مکین کی بدولت صدیقی مینشن ہر دم چہکتا رہتا تھا۔
فضلاں بی صدیقی نہ ہوتے بھی ان کے درمیان ہر وقت موجود رہتی تھیں دونوں بھائیوں کی اکلوتی بہن فضلاں بی آپا جس پر دونوں بھائی جان چھڑکتے تھے ان کی ذرا سی تکلیف اور ایک پکار پر بشیر اور انجم ان کے پاس ہوئے تھے۔
کچھ محبتیں سچی ہونے کے باوجود ہم سے ہمارا سب کچھ چھین لیتی ہیں۔ فضلاں بی کے لیے وجاہت علی شاہ کی محبت بھی بہت سارے خساروں کے ساتھ ان کی قسمت بنی تھی۔
سوسائٹی میں کامیاب ہونے کے باوجود وجاہت علی شاہ کی ریپوٹیشن کوئی اتنی اچھی نہ تھی۔ کامیابی کے ساتھ ساتھ ضدی، خودسر اور مغرور ہونے کے ٹھپے بھی لگے تھے جن کی خبر بشیر اور انجم تک وقتاً فوقتاً پہنچتی رہتی تھیں لیکن فضلاں بی نے بھائیوں کے خلاف جا کر وجاہت علی شاہ کی ہر ایک ضد اور غرور کو قبول کیا تھا اور صدیقی مینشن سے بدظن ہو کر چاندی نگر رخصت ہوگئی۔ ہفتوں جنوں گزر گئے لیکن فضلاں بی نے صدیقی مینشن قدم نہ رکھا نہ ہی بشیر یا انجم میں سے کسی نے ان کی خبر لی، فضلاں بی نے دل میں بھائیوں کا یہ رویہ کسی پھانس کی طرح چبھو رہا تھا ادھر بشیر اور انجم اپنی ضد میں وجاہت علی شاہ سے عداوت میں اکلوتی اور لاڈلی بہن سے متنفر تھے۔
لیکن کب تک وجاہت علی شاہ کے بارے میں ان کے لڑائی جھگڑوں کے قصے ان کو شرمندہ کرنے لگے تھے۔
جب یہ سب باتیں حد سے سوا ہونے لگی تو انجم اور بشیر کے

دلوں میں بہن کی محبت پھر سے جاگ اٹھی اور پھر بہت سی کوششوں بعد صدیقی مینشن اور چاندی نگر میں آمد و رفت شروع ہونے لگی۔

"بھائی جان کیا کہا آپا نے؟" بشیر صدیقی مینشن واپس آچکے تھے تو انجم ان کے ساتھ بیٹھتے ہوئے ان سے چاندی نگر کے وزٹ کی روداد کے متمنی ان کی طرف دیکھ رہے تھے۔

"کیا بتاؤں یار۔" بشیر نے گہرا سانس لے کر صوفہ کی پشت پر سر ٹیک دیا اور کشن اٹھا کر گود میں رکھا تو انجم نے متعجب نظروں سے ان کے انتہائی سنجیدہ انداز کو دیکھا تھا۔

"کہو کیا ہوا، خیریت؟" انجم متفکرانہ انداز سے ان سے استفسار کرنے لگے۔

"آپا خوش تو ہیں ناں، وجاہت بھائی صاحب سے ملاقات ہوئی؟" بشیر کچھ نہ بولے تو انجم مزید گویا ہوا۔

"ہاں خوش ہیں لیکن میں یہ اندازہ نہ لگا سکا کہ واقعی خوش ہیں کہ صرف اپنی ضد اور محبت کا بھرم رکھ رہی ہیں۔ وجاہت بھائی صاحب سے ملاقات تو نہیں ہوئی لیکن ان کو خاص طور پر دعوت دینی ہے۔" بشیر انجم کو بتانے لگے اور ساتھ ہی موبائل نکال کر وجاہت کا نمبر ڈائل کرنے لگے مسلسل جاتی بیل نے بشیر کے ماتھے کی سلوٹوں میں چنداں اضافہ کیا تھا۔

"ہیلو، السلام علیکم وجاہت بھائی میں بشیر صدیقی بول رہا ہوں، کیسے ہیں آپ؟" چند پل کی خاموشی یقیناً وجاہت نے سلام کا جواب دیا اور اپنی خیریت بتائی انجم مسلسل بشیر کی طرف دیکھ رہا تھا۔

"میں چاندی نگر گیا تھا یقیناً آپا نے آپ سے ذکر کیا ہوگا۔" وہ لحہ بھر پھر رکے۔

"میں نے آپا کو صدیقی مینشن انوائٹ کیا ہے۔" وجاہت یقیناً کچھ نہ بولے تھے تبھی بشیر پھر گویا ہوئے لیکن ان کے چہرے کے تغیر و تبدل واضح کر رہے تھے کہ اس لمحے وہ سبکی محسوس کر رہے ہیں۔

"تو میں صدیقی مینشن کی طرف سے آپ کو خاص طور پر آپا کو لے کر یہاں آنے کی دعوت دیتا ہوں معذرت چاہتا ہوں کہ کچھ مصروفیات کی وجہ سے ملاقات کرنے سے قاصر ہوں۔" اب کے بشیر ایک ہی سانس میں بولے۔

"ٹھیک ہے ہم انتظار کریں گے۔" یقیناً سوچ کر بتانے کا کہا گیا تھا۔

"او کے جلدی ملاقات ہوگی۔" اتنا کہہ کر بشیر نے فون بند کر کے یک ٹک اپنی طرف دیکھتے انجم کی طرف دیکھا۔

"یہ کیا تھا بھائی جان؟" انجم کی حیرت بجا تھا۔

"بس یار۔" بشیر دونوں ہتھیلیوں سے اپنے بالوں کو پیچھے کرتے ہوئے گہرا سانس لے کر بولنے لگے۔

"بعض اوقات ہم حالات کے ایسے بھنور میں پھنس جاتے ہیں کہ مزاج کے برعکس رویوں کو بھی خوش اسلوبی اور تحمل مزاج سے برداشت کرنا پڑتا ہے تو آپا کے لیے مجھے وجاہت کا یہ روکھا رویہ برداشت کرنا پڑا۔" بشیر مدہم مسکراہٹ کے ساتھ بولے دوسرے پل نازنین کی طرف متوجہ ہوئے جو ٹیبل پر چائے رکھ رہی ہیں عروہ ارمان اور ماہ رائننگ ٹیبل پر بیٹھے ہوم ورک میں مصروف تھے۔ بشیر آسودہ مسکراہٹ کے ساتھ چائے پینے لگے اور انجم کے ساتھ گھریلو امور پر بات چیت میں بھی مصروف ہو گئے۔

❁ ❁ ❁

"میم! میں نے سارے کام کر دیے ہیں پانی بھی مٹکوں میں ڈال دیا ہے کھانا بنا دیا ہے اب بس روٹی پکانا باقی ہے کیا پھر میں اپنے کوارٹر میں واپس چلی جاؤں؟" فضلاں بی مرغیوں کے لیے ڈربوں کو سیٹ کر رہی تھیں کہ تسلیم کی کھکھیائی آواز پر پلٹ کر دیکھا تو دوپٹہ کے پلو سے ہاتھوں کو صاف کرتی تسلیم انتہائی پژمردہ حالت میں کھڑی تھی۔

"کیوں کیا ہوا اور تسلیم تم شاید بھول گئی ہو کہ کھانا پکانے کی ذمہ داری تمہاری نہیں ہے۔" فضلاں بی کا رویہ ہمیشہ دوستانہ رہا جس وجہ سے تسلیم کوشش کرتی تھی کہ وہ ہر ممکن طریقے سے فضلاں بی کی مدد کیا کرے۔

"میم وہ حیدر کو کل شام سے بہت تیز بخار ہو رہا ہے۔" وہ بھرائی آواز میں ان کو بتانے لگی۔

"تسلیم ایک تو میں نے کتنی بار منع کیا ہے کہ مجھے میم نہ کہا کرو میں کوئی میم شمیم نہیں ہوں عام سی ہوں تم مجھے باجی کہہ لیا کرو یا اگر نام بلاؤ گی نا تو بھی مجھے اچھا لگے گا۔" فضلاں بی ہاتھ جھاڑتے ہوئے بولی۔

"ہائے ناں میم' حیدر کے ابا نے کہا تھا کہ صاحب کے لیے بہت قیمتی ہو آپ تو کبھی ان کو یہ شکایات نہ ہو کہ آپ کو وہ عزت نہ دی جو آپ کا حق ہے۔" تسلیم انتہائی سادہ لب و لہجے کے ساتھ ان کو بتانے لگی تو فضلاں بی مسکرانے لگی تسلیم نے دیکھا فضلاں بی کی مسکراہٹ انتہائی دلکش تھی۔

مرغیوں کی وجہ سے وہاں کی فضا بدبودار تھی گھوڑوں کی بدولت ہر طرف گند بکھرا پڑا تھا لیکن فضلاں بی کے چہرے پر عجیب سی چمک تھی ایک مان تھا غرور تھا۔

"تسلیم میں باقی کام کرلوں گی تم جاؤ اور حیدر کا خاص خیال رکھو چیک کرالو اور جب اس کا بخار ٹوٹے تو اسے میرے پاس لے کر آنا۔" فضلاں بی انتہائی ملائمت سے اس سے مخاطب ہوئی تو تسلیم جو پہلے ہی ان کی گرویدہ تھی مزید ان کی اسیر ہوگئی۔

"میم شکل وصورت تو اللہ تعالیٰ کی دین ہوتی ہے لیکن اچھا اخلاق انسان کے اپنے بس میں ہوتا ہے ماشاء اللہ آپ کی شکل صورت کی بھی اچھی اور اخلاق بھی بہت اچھا ہے آپ کا اس لیے تو صاحب جی کو آپ سے عشق ہوگیا ہے ناں، اللہ آپ دونوں کو ہمیشہ خوش رکھے میم۔" تسلیم ایک سادہ سی گاؤں کی لڑکی تھی اس کی باتوں پر فضلاں بی نے حیرت سے اسے دیکھا اور مسکرانے لگی گہری نظروں سے تسلیم کو دیکھا تیکھے نین نقش والی تسلیم کے لیے یکا یک ان کے دل میں ڈھیروں ڈھیر پیار امڈ آیا۔

"تم بھی بہت اچھی ہو تسلیم اور جن کے اپنے دل صاف ہوں ناں ان کو دوسرے بھی اچھے لگتے ہیں تم جاؤ اب حیدر کا خیال رکھو ہماری دوستی ہوگئی ہے نا پھر بہت ساری باتیں بھی ہوں گی۔" فضلاں بی فراخ دلی سے بولی تو تسلیم اپنی چادر کا پلو سنبھالتی وہاں سے چل پڑی اور فضلاں بی کتنی ہی دیر تک اس کے بارے میں سوچتی رہ گئیں۔

❀......❀......❀

"پھوپو جانی آ گئیں پھوپو جانی آ گئیں۔" فضلاں بی اور وجاہت علی شاہ نے جیسے ہی صدیقی مینشن کا گیٹ عبور کیا ارمان، مادہ اور عروہ کی کھلکھلاہٹ صدیقی مینشن میں چاروں طرف گونجنے لگیں پھولوں سے سجی راہداری پر چلتے فضلاں فخر سے مسکرا رہی تھی بچوں کی آوازیں سن کر بشیر، نازنین انجم اور ناہید باہر آگئے تھے ناہید اور نازنین پھولوں کے تھال اٹھائے ان پر پھول برسانے لگی تھیں۔

دونوں بھائیوں نے آگے بڑھ کر اپنی اکلوتی لاڈلی آپا کا انتہائی پرجوش انداز میں استقبال کیا تھا وجاہت علی شاہ کو بھی ہاتھوں ہاتھ لیا گیا اس قدر شاہانہ استقبال کی امید نہ فضلاں بی کو تھی اور نہ ہی وجاہت علی شاہ کو اس لیے سوائے کھل کر مسکرانے کے دونوں کسی بات کو لفظوں میں نہ ڈھال سکے ناہید اور نازنین نے آگے بڑھ کر فضلاں کو گلے لگایا تھا فضلاں بی وجاہت کے سامنے اس درجہ عزت افزائی اور محبتوں سے بھرپور استقبال پر فخر محسوس کررہی تھی۔ سرشار انداز میں چلتی وہ ناہید اور نازنین کے ہمراہ اندر کی جانب بڑھ رہی تھی اور وجاہت بھی بشیر اور انجم کے درمیان چلتے اندر بڑھ رہے تھے۔

فضلاں بی نے صبح ہی صدیقی مینشن میں اپنی آمد کی اطلاع دے دی تھی۔ تو ناہید اور نازنین نے مل ملا کر ساری تیاریاں مکمل کرلی تھیں اور پھر بشیر اور انجم کی خاص ہدایات اور مدد بھی ہمہ وقت درکار تھی تو فضلاں بی اور وجاہت کی اور پھر ان کے استقبال کی تیاریاں بہترین طریقے سے سر انجام پا گئیں تھیں۔

"پھوپو جانی، ہم نے آپ کو بہت مس کیا تھا۔" وہ بیٹھی کہ ارمان چلتا ہوا ان کے پاس آ کر کھڑا ہوا۔

"پھوپھو جانی کی زندگی ہو ناں آپ پتا ہے پھوپو جان نے بھی آپ کو بہت یاد کیا تھا۔"

"تو پھر آپ اتنی دیر سے کیوں آئی ہو؟" دس سال کا ارمان فضلاں بی کے پاس بیٹھ کر پوچھنے لگا۔

"بس چندہ کچھ مصروف رہی نا اس لیے اور آپ بھی تو

نہیں آئے ناں پھوپو جانی سے ملنے۔" فضلاں اس کو پیار کرتے ہوئے بولی۔

"میں کیسے آتا بھلا، میں تو ابھی چھوٹا ہوں نا، اچھا آپ بتاؤ کہ مرغیاں کیسی ہیں اور وہ میرا پیارا سا مرغا، گھوڑے ہیں ناں ابھی بھی؟" ارمان انتہائی اشتیاق سے فضلاں بی سے ان کے مرغیوں اور گھوڑوں کے بارے میں پوچھنے لگا۔

"بالکل ٹھیک ٹھاک۔" وہ مسکراتے ہوئے بولیں۔

"کیا آپا ابھی تک یہ شوق ہیں؟" سب کو ڈرنکس سرو کرتی ناہید نے ان کی باتیں سنیں تو پوچھے بغیر نہ رہ سکی۔

"ہاں بھابھی دیکھ لیں آپ کی نند کے کام سارا دن تو مصروف رہتی ہیں حالانکہ ملازم بھی ہیں لیکن مرغیوں اور گھوڑوں کی دیکھ بھال خود ہی کرتی ہیں فضلاں بی کے بولنے سے پہلے ہی وجاہت علی شاہ بولے تو سب نے انہیں دیکھا جب سے وہ آئے تھے خاموش خاموش تھے لیکن یکلخت ہی ایک شوخ وشنگ سا انداز اپنایا تو جہاں سب کو حیرت ہوئی وہاں ماحول میں چھائی ایک انجانی سی کشیدگی بھی ماند پڑ گئی۔

"اور آپ کی بھی۔" فضلاں بی شرارت سے بولی تو اورنج جوس کا سپ لیتے وجاہت نے ان کے چہرے کی طرف دیکھا جہاں اپنوں سے ملنے کی خوشی کے رنگ نہایت واضح تھے۔

"بھئی ہماری دیکھ بھال تو آپ کی ذمہ داری ہے لیکن یہ مرغیوں اور گھوڑوں سے خوامخواہ رقابت محسوس ہوتی ہے۔" وجاہت نے بھی اسی شوخی سے جواب دیا تو بشیر کھلکھلا کر ہنسنے۔

"وجاہت بھائی صاحب یہ آپا کے پرانے شوق ہیں کبھی مرغیاں رکھنے کے کبھی کبوتر۔ ہاں یہ گھوڑوں کا شوق ہمارے لیے بھی نیا اور اچھوتا ہے۔" بشیر مسکرا کر بولے۔

"وجاہت بھائی لیکن ہماری آپا ہیں بہت اچھی۔" ڈرنکس کے ساتھ ڈرائی فروٹ چکن چیز کباب اونٹین بھاجی اور چٹنی بھی ان کو سرو کرتے ہوئے نازنین محبت پاش نظروں سے فضلاں بی کو دیکھ کر بولی۔

جی بھابی اس میں تو کوئی شک نہیں، لیکن مجھے یہ آپ کے ہاتھ کی بنی اونٹین بھاجی زیادہ پسند آئی ہے۔" وجاہت ایک ساتھ ہی تین چار پیس پلیٹ میں رکھتے ہوئے بے تکلفی سے بولے تو سب کے چہروں پر مسکراہٹیں کھلنے لگی۔

اور پھر یوں ہی ہنستے مسکراتے، قہقہے لگاتے شرارتیں کرتے باتیں کرتے ایک انتہائی خوب صورت شام کا سورج ڈوب گیا اور جاتے جاتے ہر طرف روشنی بکھیر گیا۔ صدیقی مینشن اور چاندی نگر کے درمیان سرد مہری کی دیواروں کو ڈھا کر ایک نئی راہداری قائم کر گیا وجاہت اور فضلاں بی ڈھیر ساری محبتیں دامن میں سمیٹ کر چاندی نگر واپس چلے گئے۔

❀......❀......❀

وہ دن خوشیوں کے تھے بہار نے چاندی نگر کو ایک نیا روپ بخشا تھا نئی امنگوں نے انگڑائیاں لیں تھیں صدیقی مینشن کی چاندی نگر تک کی راہگور ہموار ہوتی جا رہی تھی وجاہت علی شاہ کا جو امیج صدیقی مینشن کے سامنے آیا تھا وہ اس کے برعکس ثابت ہوئے اور اپنی خوب صورت نیچر، محبت کرنے کی عادت، سمجھنے کی صلاحیت نے لوگوں کی ساری باتوں کو بشیر اور انجم کے سارے خدشوں کی نفی کر دی تھی۔ فضلاں بی کی خوشی قابل دید تھی میکے کا مضبوط ہونا عورت کی خوشیوں کو پائیدار بنا دیتا ہے فضلاں بی خوش تھیں لیکن بھائیوں سے ان بن کا سامنا ہمیشہ ان کے دل میں چبھ رہا تھا اور اب ان کی ہنسی میں کھنک کے رنگ عجیب تھے۔ وجاہت علی شاہ ہمہ وقت مسحور رہنے لگے تھے۔

"مجھے معلوم نہیں تھا کہ ملکہ عالیہ ناخوش تھیں۔" وجاہت علی شاہ ان کو چھیڑنے لگے تھے۔

"کیا مطلب ناخوش تھیں؟" فضلاں بی نے مسکراتے ہوئے متعجب انداز میں ان سے دریافت کیا۔

"ارے بھئی جب سے صدیقی مینشن سے تعلقات بحال ہوئے ہیں آپ کی تو ہنسی ہی نہیں رکتی یا شاید آپ کو اب پتا چل گیا کہ وجاہت علی شاہ آپ کی دل کش ہنسی پر ہی

فدا ہیں۔" وجاہت محبت پاش نظروں سے فضلاں بی کی طرف دیکھ کرشریر انداز میں کہنے لگے۔

"دونوں باتوں میں وزن ہے وجاہت علی شاہ صاحب۔" فضلاں بی شرمگین مسکراہٹ کے ساتھ ان کی طرف دیکھ کر بولی۔

"ہاہاہا۔" وجاہت بے ساختہ قہقہے پر قابو نہ رکھ سکے تو فضلاں بی نے تیکھی نظروں سے انہیں دیکھا۔

"آپ نہیں سمجھ سکتے ہزار خوشیاں ایک طرف اور میکے کا مان ایک طرف، مضبوط میکہ وہ بنیاد ہے جو عورت کو کبھی کمزور نہیں پڑنے دیتا۔" فضلاں بی کے لہجے میں فخر تھا۔

"چلو اب شروع ہو گئے میکے کے فوائد۔" وجاہت کھل کر ہنسے تھے۔

"نہیں میں تو۔"

"میم۔" فضلاں بی کچھ کہنے ہی کو تھیں تسلیم کی پکار پر خاموش ہو کر ادھر متوجہ ہوئی۔

"جی کیا بات ہے تسلیم؟" فضلاں وہیں بیٹھے بیٹھے بولی۔

"میم اگر مصروف نہیں ہیں تو حیدر کو لائی تھی۔" تسلیم کی آواز پر فضلاں نے اجازت طلب نظروں سے وجاہت علی شاہ کو دیکھا جن کے ماتھے پر سلوٹوں نے فضلاں کو متعجب کیا تھا۔

انہوں نے سر اثبات میں ہلایا تو فضلاں بی اٹھ کر باہر نکل گئی لیکن وجاہت کے اس ناگوار تاثر کے بارے میں مسلسل سوچتی رہ گئی کہ آج سے پہلے کسی ملازم کی پکار پر ان کے ماتھے پر کوئی بل نہ آیا تھا کوئی سرا ہاتھ نہ آیا سوائے اس کے کہ اس پل وہ دونوں ساتھ تھے تو شاید ان کی پرائیویسی میں خلل وجاہت کو ناگوار گزرا، مسکرا کر فضلاں بی نے سر جھٹکا اور تسلیم اور حیدر کی طرف متوجہ ہوئی۔

"کیسی طبیعت ہے حیدر کی؟" وہ حیدر کو دیکھ کر تسلیم سے دریافت کرنے لگی تھیں۔

"بس ٹھیک ہی ہے کچھ عرصہ سے نجانے کیوں حیدر کی طبیعت مسلسل خراب رہنے لگی ہے مجھے تو بہت فکر ہوتی ہے لیکن سائیں کہتے ہیں کہ بڑا ہو رہا ہے اس لیے کمزور ہوتا جا رہا ہے بھلا ایسے کیسے ہوتا ہے میم؟" تسلیم متفکرانہ انداز میں حیدر کو دیکھ کر بولی۔

"تم نے اس کا صحیح سے چیک اپ کروایا ہے۔" فضلاں بی مسلسل حیدر پر نظر رکھے ہوئے تھیں اور حیدر بھی یک ٹک فضلاں بی کی طرف دیکھے جا رہا تھا اس کی نظروں سے فضلاں بی کو ایک عجیب سی الجھن اپنے اندر سرسراتی محسوس ہو رہی تھی اس کی نظروں میں بہت سی ان کہی داستانیں پوشیدہ تھیں۔ اس کی نظروں کی بولی وہ سمجھنے سے قاصر تھیں۔ عجیب بیزارگی تھی اس بچے کے انداز میں روشن آنکھیں دنیا کی غلاظت سے پاک صاف لیکن یاسیت اور درد سے بھرپور آنکھوں کے کناروں میں ایک نمی انتہائی واضح تھی اتنی کم عمر اور اتنی زیادہ ان کہی باتیں۔

"نہیں میم ابھی تو کوئی چیک اپ نہیں کرایا۔" تسلیم اس کے بالوں کو سہلاتے ہوئے فضلاں بی کی طرف دیکھ کر بولی۔

"حیدر اسکول کیوں نہیں جاتا؟" پل کی پل فضلاں بی نے اس پر سے نظریں ہٹا کر تسلیم سے استفسار کیا تھا۔

"میم، ہماری ایسی اوقات کہاں کہ ہمارے بچے اسکولوں میں جاسکیں۔" تسلیم بے بسی سے بولی تو فضلاں بی نے ناگواری سے اسے دیکھا۔

"تم سے مجھے اس قدر جاہلانہ سوچ کی توقع بالکل بھی نہیں تھی تسلیم یہ اس بچے کا بنیادی حق ہے کہ اس کو تعلیم دلوائی جائے دینی بھی اور دنیا بھی۔ تاکہ اس کو شعور آسکے اس کو پتا چل سکے کہ اس کے لیے دینی لحاظ سے اور دنیاوی لحاظ سے کیا بہتر ہے کیا نہیں۔" فضلاں بی اچھے خاصے عالم طیش میں اس سے مخاطب ہوئی اور حیدر کی طرف دیکھا جہاں اس کی آنکھوں میں آن کی آن ایک خوشگوار تاثر اجاگر تھا اس کے معصوم چہرے پر پھیلی کرختگی اور یاسیت میں ایک ڈھیلا پن صاف نظر آنے لگا تھا۔

"میم...... ہمارے لیے یہ ممکن نہیں ہوگا۔"

"تم خاموش رہو میں جانوں یا حیدر کی پڑھائی۔"

فضلاں بی فیصلہ کن انداز میں اس سے مخاطب ہوئی اور دوسرے پل وہاں سے چلی گئی تو حیدر کی تشکر آمیز خاموش نظروں نے دور تک ان کا پیچھا کیا۔

❀ ❀ ❀

ارمان، عروہ اور ماوہ کا چاندی نگر آنا جانا شروع ہو گیا تھا۔ حیدر ان تینوں کو دیکھ کر نجانے کیوں مزید الجھ جاتا تھا۔ اپنی کم مائیگی کے احساس میں چنداں اضافہ ہو جاتا تھا۔ فضلاں بی کے کہنے پر ارمان حیدر کے قریب ہونے لگا تھا۔

لمبی لمبی پلکوں والی، لمبے گھنگھریالے بالوں والی سرخ و سفید رنگت والی عروہ میں حیدر نجانے کیوں دلچسپی لینے لگا تھا۔ پسندیدگی کے پیچھے کم عمری کا کوئی دخل نہیں ہوتا بہت سی چیزیں، بہت سے لوگ کم عمری کے باوجود ہمارے دل میں اپنی خاص جگہ بنا لیتے ہیں۔ حیدر کم عمر تھا لیکن عروہ کے لیے پسندیدگی کے جذبے اس کے دل میں اجاگر ہو چکے تھے اور چھوٹی سی عروہ صرف اور صرف ارمان کی گن گاتی تھی۔

''بشیر تم سے ایک کام تھا۔'' اب فضلاں بی اکثر اپنے بھائیوں کے ساتھ باتیں شیئر کرنے لگی تھیں۔

''ہاں آپا بولیں۔'' بشیر آفس جانے کے لیے تیار ہو رہا تھا کہ فضلاں بی کی کال پر خوشگوار حیرت سے بولے۔

''مجھے ذرا اس اسکول کو نمبر اور ایڈریس وغیرہ میسج کر دو گے جہاں ارمان اور عروہ جاتے ہیں؟'' وہ التجائیہ انداز میں اس سے مخاطب ہوئی۔

''ہاں بھیج دوں گا، لیکن خیریت، کس لیے چاہیے؟'' ٹائی کو گلے میں لٹکا کر شرٹ کے بٹن بند کرتے ہوئے بشیر ان سے استفسار کرنے لگا۔

''وہ اللہ بخش کا بیٹا ہے ناں حیدر اس کا ایڈمیشن کروانا ہے۔'' فضلاں بی کی اطلاع پر بشیر چونکے بغیر نہ رہ سکے۔

''کون سائیں اللہ بخش؟''

''چاندی نگر کا بہت وفادار ملازم ہے، بشیر اور اس کا ایک ہی بیٹا ہے اور جانتے ہو بشیر حیدر کمپلیکس کا مارا ہوا بچہ ہے پیار، محبت کے لیے ترسا ہوا ارمان عروہ اور ماوہ کو نہایت حسرت بھری نظروں سے دیکھتا ہے تو میں سوچ رہی ہوں بشرط یہ کہ اگر میرے تھوڑے سے پیار، ذرا سی توجہ سے اس کی زندگی سنور سکتی ہے تو اس میں کوئی حرج تو نہیں ناں؟'' اپنا مدعا بیان کرتے ہوئے آخر میں اس سے پوچھا تو بشیر تذبذب کا شکار ہو گیا۔

''دیکھیں آپا مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے بھلا نہ میرا اس معاملے میں کوئی عمل دخل ہے لیکن میں اتنا کہوں گا کہ کوئی بھی قدم اٹھانے سے پہلے وجاہت بھائی صاحب سے ایک دفعہ ضرور مشورہ کر لیں بے شک آپ دونوں میں بہت زیادہ انڈر اسٹینڈنگ ہے لیکن میاں بیوی کے رشتے میں بہت زیادہ انڈر اسٹینڈنگ کے باوجود کچھ معاملات نہایت نازک ہوتے ہیں جن کو سمجھداری سے ہینڈل نہ کیا جائے تو انڈر اسٹینڈنگ اور پیار اپنی وقعت کھو کر رشتے کو داؤ پر لگا دیتے ہیں۔''

بشیر نے پتے کی بات کی تھی اور لہجے میں فکر نمایاں جھلک رہی تھی۔

''نہیں بشیر ایسی کوئی بات نہیں ہے، وجاہت بھلا کیوں منع کریں گے۔'' فضلاں بی نہایت پرسکون انداز میں بولی۔

''منع نہیں کریں گے لیکن پوچھ لینا بہت زیادہ بہتر ہوگا۔'' بشیر نے دوبارہ انہیں وجاہت سے پوچھنے کے لیے قائل کرنا چاہا۔

''چلو میں دیکھ لوں گی بہرحال تم فون نمبر اور ایڈریس وغیرہ مجھے بھیج دینا ابھی۔'' فضلاں بی ٹالنے والا انداز اپناتے ہوئے بولی تو بشیر گہرا سانس لے کر رہ گیا۔

''اوکے، بھیج دوں گا ابھی۔''

''اچھا ٹھیک ہے انتظار کر رہی ہوں، اللہ حافظ پھر بات ہوگی۔'' اتنا کہہ کر فضلاں بی نے بات ختم کر دی اور بشیر نے بھی آف کا بٹن پش کیا اور دوسرے پل اسکول کا کنٹیکٹ ان کو میسج کر دیا۔

❀ ❀ ❀

جب ہم اس بات کی گارنٹی دینے سے قاصر ہیں کہ ہم اگلی سانس لے سکیں گے یا نہیں تو پھر ہم کسی اور کی گارنٹی

کیسے لے سکتے ہیں۔ ہماری اپنی سوچ کب، کس لمحے ہمارے اپنے ہی خلاف ہوجائے ہم اس بات سے بھی بے خبر ہیں تو پھر کسی دوسرے کے نہ بدل جانے کا دعویٰ کیسے کر سکتے ہیں؟ ہمارے پاس کسی بات کی کوئی گارنٹی نہیں ہوتی...... ہم جو بھی ابھی ہیں ہم کل کے لیے اپنے نہ بدل جانے کے دعویدار نہیں ہوسکتے۔ ہاں ہم وعدے ضرور کرتے ہیں لیکن وہ وعدے کتنے پائیدار ہیں، کتنے سچے ہیں اس کا بھی فیصلہ ہم آج نہیں کر سکتے کل آئے گا تو ہماری سچائی کا ثبوت دے گا۔

فضلاں بی کی توجہ حیدر کی طرف دن بدن بڑھنے لگی تھی جو پہلے پہلے تو وجاہت علی شاہ سے ڈھکی چھپی رہی لیکن کب تک؟

وقت کے ساتھ ساتھ ہمیں لوگوں کی عادتوں کا ان کے طور طریقوں کا اندازہ ہونے لگتا ہے کچھ عادتیں جو ہمیں تکلیف دیتی ہیں، ہم حتی الامکان کوشش کرتے ہیں کہ وہ بدل دی جائیں اور کبھی ہمیں بہت سارے کمپرومائز کرنے پڑجاتے ہیں۔

فضلاں بی سمجھنے بوجھنے کے باوجود بہت سے معاملات ہینڈل کررہی تھیں۔ بہر حال ارمان اور حیدر کی دوستی ہوتی جا رہی تھی۔ مادہ کم عمر تھی اور عروہ حیدر کو زیادہ لفٹ نہ کراتی تھی اس کے انداز میں ایک ان دیکھا غرور تھا کچھ تعلیمی لحاظ اور کسی حد تک مضبوط فیملی بیک گراؤنڈ کو لے کر حیدر کے پاس ان دونوں چیزوں کا فقدان تھا۔ اس لیے پسندیدگی کے باوجود حیدر اس سے بات چیت یا کھیل میں انوالو ہونے سے اجتناب برتتا تھا۔

"میم، ہم آپ کا جتنا بھی شکریہ ادا کریں کم ہے۔ اس احسان کے بدلے آپ جو بھی بولیں گی ہم کرنے کو تیار ہیں۔" شام کا وقت تھا چاندی نگر کی لان میں شام کی چائے لگاتی تسلیم فضلاں بی کے سامنے کھڑے ہو کر انتہائی تشکر آمیز انداز میں ان سے مخاطب تھی تو سامنے والی چیئر پر بیٹھے وجاہت علی شاہ نے چونک کر دیکھا لیکن خاموش رہے اور فضلاں بی ان کی خاموشی کو ان کی لاعلمی سمجھ کر مطمئن ہوگئی اور پھر نجانے وجاہت علی شاہ کو حیدر کے اسکولنگ کی ذمہ داری لینے کا بتانے کے فضلاں بی نے بھی خاموشی اختیار کرلی لیکن یہ نہ سمجھ سکی کہ وجاہت کی خاموشی کسی طوفان کا پیش خیمہ ہوسکتی ہے۔

حیدر اسکول جانے لگا تھا سائیں اللہ بخش اور تسلیم اس احسان کے بدلے دن رات فضلاں بی کی خدمت میں لگے رہتے تھے فضلاں بی کیسی مہارانی کی طرح زندگی گزارنے لگی تھی۔

فضلاں بی کی زندگی میں بھونچال اس وقت آیا جب وجاہت علی شاہ کے سامنے ساری حقیقت آئی وہ حقیقت جس سے کوئی باخبر نہ تھا اور فضلاں بی نے اپنی ہی اچھائی کی بدولت اپنی ہی جھولی میں انگارے بھر لیے تھے۔

"یہ کیا ہے فضلاں بی؟" وجاہت کا بے تاثر، سپاٹ کرخت انداز ان کو اندر تک لرزا گیا۔

"فضلاں میں آپ سے کچھ پوچھ رہا ہوں۔" وہ اپنے سامنے رکھی فائل کو گھورے جارہی تھیں کہ وجاہت دہاڑے تو یکلخت ان کا رنگ فق ہوگیا۔

"بولیں فضلاں بی ورنہ آپ کی خاموشی مجھے کسی بھی فیصلے پر مجبور کردے گی۔" وہ مسلسل خاموش تھی تو وجاہت علی شاہ جو انتہائی ضبط سے کام لینے کے باوجود تخی سے بول رہے تھے یک لخت طیش میں آگئے فضلاں بی نے تڑپ کر انہیں دیکھا۔

"تسلیم، اللہ بخش۔" وجاہت علی شاہ نے ان دونوں کو آواز دی۔

"نن...... نہیں...... وجاہت وہ...... بے خبر ہیں۔" تھوک نگلتے ہوئے وہ بمشکل بول پائی تھی۔

"بہت خوب۔" وجاہت نے قہر آلود نظروں سے دیکھا۔

"جی...... صاحب...... خیریت......!"

"اندر آجاؤ اللہ بخش۔" وجاہت کے اجازت دیتے ہی اللہ بخش اندر داخل ہوا اور اس کے پیچھے بڑی سی چادر میں اپنے آپ کو کافی حد تک چھپائے تسلیم بھی اندر آ گئی۔

"فضلاں بی اب آپ جواب دیں کہ یہ سب کیا ہو رہا

ہے اور کیوں ہو رہا ہے اور کسی کی اجازت سے آپ نے اتنا بڑا قدم اٹھایا ہے۔'' وجاہت علی شاہ بے لچک اور انتہائی کرخت انداز میں فضلاں بی سے مخاطب ہوئے تو وہ سائیں اللہ بخش اور تسلیم کے سامنے وجاہت کے اس انداز کی قطعی توقع نہ کر رہی تھیں ڈبڈباتی نظروں سے ان کی طرف دیکھا لیکن ان کے چہرے پر کسی قسم کی نرمی یا لگاوٹ کے کوئی آثار نظر نہ آئے تو انہوں نے تسلیم اور سائیں اللہ بخش کو دیکھا جو انتہائی ڈرے سہمے کھڑے تھے۔

''وجاہت ریلیکس ہو کر بات کریں اور تسلیم اور اللہ بخش کو بھیجیں یہاں سے یہ ہمارا پرسنل میٹر ہے۔'' فضلاں بی چلتے ہوئے وجاہت کے پاس آ کر رکی اور ان کا بازو پکڑ کر مدہم اور صلح جو انداز میں بولی وجاہت نے انتہائی غصیلی نظروں سے انہیں دیکھا اور اپنا بازو جھٹک کر آزاد کرایا۔

''یہ ہمارا ذاتی معاملہ نہیں ہے فضلاں بی یہ دونوں بھی اس میں شامل ہیں۔'' وجاہت نے قہر آلود نظروں سے ان دونوں کو دیکھا۔

''وجاہت یہ دونوں اس بات سے بے خبر ہیں۔'' فضلاں بی دوبارہ اس کے سامنے آ کھڑی ہوئی تھی جبکہ سائیں اللہ بخش اور تسلیم سرے سے بے خبر تھے اس وقت کے ایشو کا کوئی سرا ان کے ہاتھ نہ آ رہا تھا۔

''تم دونوں جاؤ یہاں سے۔'' دوسرے پل فضلاں بی ان دونوں کی طرف پلٹ کر مان سے بولی۔

''فضلاں بی۔'' وجاہت دہاڑے۔

''چاندی نگر'' کے کسی بھی فیصلے کا اختیار آپ کے پاس نہیں ہے۔ سو بہتر یہی ہوگا کہ جو میں نے پوچھا ہے آپ مجھے اس کا جواب دیں۔'' وجاہت علی شاہ کے الفاظ نے ان کے لہجے سے جھانکتی نفرت نے فضلاں بی کے پیروں تلے زمین کھینچ لی۔ وہ ہونقوں کی طرح ٹک ٹک ان کی طرف دیکھنے لگی۔ سائیں اللہ بخش اور تسلیم کے لیے دل میں لاکھ نرم جذبے سہی میل ملاپ سہی دوستی سہی لیکن ایک فاصلہ ضرور تھا ایک پردہ تھا جس کو کبھی ہٹایا نہ گیا تھا اور اب آن کی آن وجاہت کے ان الفاظ نے فضلاں بی کو زندہ درگور کر دیا۔

''صاحب جی ہمیں اجازت دیں میم نے کبھی آپ کے نقصان کا نہ سوچا نہ کبھی آپ کے خلاف کچھ کہا آپ ٹھنڈے مزاج سے ان کی بات سن لیں۔'' سائیں اللہ بخش ہاتھ جوڑے دو قدم آگے بڑھا اور فضلاں بی کی حمایت کرنے لگا۔

''اللہ بخش تم ملازم ہو اور ملازم ہی رہو۔ اس سے ایک قدم آگے بھی بڑھے تو اچھا نہیں ہوگا۔'' وجاہت علی شاہ نے انتہائی کرخت انداز میں ہاتھ اونچا کر کے اس کو وارن کیا۔

''تم جانتے بھی ہو تمہاری اس میم نے کیا کیا ہے؟'' وجاہت علی شاہ کا یہ روپ فضلاں بی کی قوت گویائی سلب کر چکا تھا تسلیم نے فضلاں بی کے دھواں دھواں چہرے کو دیکھا تو اس کا دل کٹ کر رہ گیا۔

''نہیں معلوم۔'' اللہ بخش ڈری سہمی آواز میں بولا تو وجاہت نے ٹیبل پر بڑے پیپر کو اٹھایا۔

''تمہارے بیٹے کا اسکول میں ایڈمیشن ہوا ہے۔''

''جج...... جی...... صاحب یہ معلوم ہے۔'' اللہ بخش ہاتھ جوڑے اسی انداز میں بولا۔

''میم کا بہت بڑا احسان ہے ہم غریبوں پر۔''

''ایک سال ہو گیا ہے۔'' وجاہت اس کی بات کاٹ کر فضلاں بی پر نظریں جمائے بولنے لگے تھے فضلاں بی نے ڈبڈبائی نظروں سے ان کو دیکھا۔

''یہ حیدر کی سالانہ رپورٹ ہے۔'' حیدر علی شاہ۔'' وجاہت نے یہ تین لفظ ٹھہر ٹھہر کر ادا کیے تو سائیں اللہ بخش اور تسلیم دونوں نے ایک دوسرے کو دیکھا اور پھر فضلاں بی کو جس کی رنگت لٹھے کی مانند سفید پڑ چکی تھی۔ وجاہت علی شاہ کی قہر آلود نظروں اور نفرت آمیز رویے کی تاب لانا ان کے بس میں نہ تھا ہوتا بھی کیسے اتنی محبت، اعتبار اور اپنائیت کے بعد یکلخت کسی کا یوں سارے اختیارات چھین لینا کہاں برداشت ہوتا ہے۔

''حیدر کے ولدیت کے خانے میں وجاہت علی شاہ کا نام کیوں ہے، فضلاں بی جواب دیں۔'' وجاہت وہ

رپورٹ فضلاں بی کی طرف پھینکتے ہوئے ان سے دریافت کرنے لگے۔

"یقین مانے صاحب یہ سب لاعلمی میں ہوا ہے۔ میم کا اس میں کوئی قصور نہیں ہے۔" اس لمحے سائیں اللہ بخش کو معاملے کی سنگینی کا اندازہ ہوا تو دو قدم وجاہت کی طرف بڑھ کر فضلاں بی کی حمایت میں بولا۔

"فضلاں بی جواب دیں آپ کی خاموشی میرے ضبط کو للکار رہی ہے۔" وجاہت نے سائیں اللہ بخش کی التجا کو نظر انداز کرکے فضلاں بی کی طرف پیش قدمی کی تو وہ لرز گئی۔

"اس میں میری کسی پلاننگ کا کوئی عمل دخل نہیں ہے۔" فضلاں بی سپاٹ لہجے کے ساتھ بولنے لگی۔

حیدر کا ایڈمیشن کرانا تھا کیونکہ وہ بچہ احساس کمتری کا شکار ہو رہا تھا تو میں نے سوچا جس اسکول میں ارمان اور عروہ، ماہ جاتے ہیں وہاں اس کا ایڈمیشن کروں تاکہ اس کا اپنے آپ کو کمتر سمجھنے کا احساس ختم ہو جائے ایڈمیشن کراتے وقت جب پرنسپل نے یہ کہا کہ اس کا باپ فیس پے نہیں کرسکتے گا باپ کام نہیں کرتا تو ہم یہ ایڈمیشن نہیں کرسکتے کہ ہمارے اسکول کے رولز اور ریگولیشن میں یہ نہیں کہ فیس وقت پر نہ پے کی جائے ہمیں اپنے اسکول کے اسٹینڈرڈ کا خیال رکھنا پڑتا ہے۔" وجاہت محض تیرہ برس کے بچے کے سامنے کوئی یہ کہے کہ تم اس قابل نہیں کہ یہاں تعلیم حاصل کرسکو تو اس کے دل کی حالت کیا ہوگی یہ اس کے فق ہوتے چہرے پر واضح تھا اس کے چہرے پر جو ایکسائٹمنٹ تھی جو چمک تھی میں نے پل کی پل اس کو ماند پڑتے دیکھا تھا۔" فضلاں بی گمبھیر انداز میں وجاہت علی شاہ کو ساری تفصیل بتانے لگی جو تسلیم اور سائیں اللہ بخش کے لیے بھی قطعی نئی تھی۔

"آپ اس کی فیس کی فکر نہ کریں وہ ٹائم پر پے ہو جائے گی۔" بنا سوچے میں نے یکلخت کہا۔ "لیکن کہاں سے ہمیں پراپر کاغذی کارروائی کرنی ہے باپ کا پیشہ اور ایڈوانس دونوں امپورٹنٹ ہیں ہمارے لیے۔"

"او کے، والدین کے خانے میں لکھیں۔ وجاہت علی شاہ اور پیشہ لیدر گارمنٹس فیکٹری کے اونر۔"

"او اچھا اچھا تو یہ وجاہت علی شاہ کے بیٹے ہیں تو پہلے جو نام بتا رہی تھیں وہ کون ہے؟"

"اس کی آپ فکر نہ کریں جو بھی ہے، اب یقیناً آپ کو ایڈمیشن کے سلسلے میں کوئی پریشانی نہیں ہوگی۔"

"نہیں، نہیں میڈم اب کوئی مسئلہ نہیں وجاہت صاحب کو کون نہیں جانتا۔"

"بہت شکریہ۔"

"آئی ایم رئیلی سوری میڈم لیکن ہمیں پیرنٹس کے ساتھ اسٹریکٹ ہونا پڑتا ہے اور اپنے اسٹینڈرڈ کو بھی برقرار رکھنا ہماری ذمہ داری ہے۔ ہمیں اسی بات کی تنخواہ دی جاتی ہے اور پورا اسٹاف اس بات کا خیال بھی رکھتا ہے۔"

"میں نے حیدر کے چہرے کی رونق کو پھر سے ابھرتے دیکھا تھا وجاہت اور مجھے خوشی ہو رہی تھی کہ میں ایک بچے کم از کم ایک انسان کی زندگی سنوارنے کے لیے کوشش کر رہی ہوں۔"

"میرے نام کا سہارا لے کر اس کو میرا وارث بنا کر اور چھپا کر۔" وجاہت انداز کے بے یقینی پر فضلاں بی کٹ کر رہ گئی۔

"میں جھوٹ نہیں بول رہی ہوں وجاہت۔" وہ لجاجت بھرے انداز میں وجاہت کی طرف دیکھ کر بولی۔

"لوگوں کی زندگیوں کو سنوارنے کا اتنا ہی شوق ہے ناں تو کوئی اور سہارا ڈھونڈو فضلاں بی، میرا نام صرف اور صرف میری اولاد کے لیے ہے ملازموں کے بچوں کے لیے نہیں۔"

وجاہت دانت پیستے ہوئے انتہائی تنفرلب ولہجے کے ساتھ بولے تو جہاں فضلاں بی کو سبکی محسوس ہوئی وہاں سائیں اللہ بخش اور تسلیم کو بھی پیروں تلے سے زمین سرکتی محسوس ہوئی۔

"صاحب جی میم جو بھی کہہ رہی ہیں اس کا ایک ایک لفظ سچ ہے۔" حیدر نجانے کب سے دروازے میں کھڑا سب سن رہا تھا اس کی آواز پر اللہ بخش اور تسلیم نے پلٹ کر

اسے دیکھا تھا۔

فضلاں نے بھی نظر اٹھا کر اسے دیکھا اور پھر وجاہت کو جو آگ برساتی نظروں سے اسے گھورے جا رہے تھے۔

"تم لوگ جاؤ یہاں سے۔" وجاہت، اللہ بخش اور تسلیم کی طرف دیکھ کر بولے تو دوسرے لمحے وہ دونوں فضلاں بی کی طرف دیکھنے لگے۔ ان کی نظروں میں بھی ان کے وہاں سے چلے جانے کی خاموش التجا چھپی ہوئی تھی۔ اگلے پل وہ وہاں سے چلے گئے حیدر کو بھی ہمراہ لے کر اور پھر جہاں ہر پل محبتوں کی صدائیں گونجتی تھیں بے اعتباری اور خاموشی کا راج ہونے لگا۔

"آپا میں نے منع کیا تھا کہ وجاہت بھائی صاحب سے مشورے کے بغیر کوئی قدم نہ اٹھانا۔ میں نے بتایا تھا کہ وہ غصے اور ضد میں اپنی مثال آپ ہیں۔" بشیر تک ساری بات پہنچی تو وہ بھی فضلاں بی کو ہی ملامت کرنے لگا اور سچ بھی یہی تھا کہیں نہ کہیں فضلاں بی کی غلطی ضرور تھی لیکن وہ مان نہیں رہی تھی۔

وہ چاندی نگر جہاں خزاں بھی بہار کا سماں پیش کرتی تھی فضلاں بی اور وجاہت علی شاہ کی محبت کی داستانیں چاندی نگر کے در و دیوار پر چسپاں تھیں وہاں اب بہاریں بھی وہ رونقیں وہ محبتیں واپس نہ لا رہی تھیں۔

"حیدر، وجاہت علی شاہ کے نام کے ساتھ ہی اسکول جا رہا تھا۔ احساس کمتری کم ہونے کے بجائے مزید بڑھ گیا تھا اب یہ بھی احساس ساتھ ساتھ تھا کہ صرف اور صرف انسانیت کے ناطے اس کے بہتر مستقبل کی خاطر فضلاں بی کا مستقبل چاندی نگر کی رونقیں خوشیاں داؤ پر لگ چکی تھیں فضلاں بی اپنی غلطی کا اعتراف اپنی نیک نیتی کے ساتھ کر رہی تھی اور وجاہت اس نیک نیتی کو چھپانے کی سزا دینے کے حق میں تھے۔ مہینوں گزر گئے۔

فضلاں بی نے بیٹے کو جنم دیا اور وجاہت نے انعام کے طور پر فضلاں بی کو دو ٹکٹ دیے۔

"یہ کیا ہے؟" فضلاں بی پوچھے بنا نہ رہ سکی۔

"میں اپنے بیٹے کے آنے کا ہی انتظار کر رہا تھا۔" وجاہت اپنے بیٹے کو اٹھا کر اس کو پیار کرتے ہوئے سپاٹ لہجے میں فضلاں بی سے مخاطب ہوئے۔

"کیا مطلب؟" فضلاں بی نقاہت کے باوجود اٹھ بیٹھی اور انہونی کے ڈر سے لرز رہی تھی بہت سی ہمت جمع کر کے وجاہت کا دیا گیا لفافہ کھولنے لگی تھی۔

"کیا ہے یہ مجھے نہیں سمجھ آ رہی وجاہت۔" وجاہت اس لمحے مکمل اپنے بیٹے میں انوالو تھے اور فضلاں بی کی حالت سے قطعی بے خبر یا شاید ظاہر ایسے کر رہے تھے فضلاں بی تڑپ اٹھی۔

"وجاہت۔" وہ چیخی تو انہوں نے انتہائی تحمل سے اسے دیکھا۔

"یہ لندن کے ٹکٹس ہیں وہاں سارا انتظام ہو گیا ہے آپ اور حیدر وہاں جا رہے ہیں حیدر کو اعلیٰ تعلیم دلوانے۔" وجاہت اس کی طرف دیکھے بنا ان کو بتا رہے تھے۔

"مم...... مگر...... و...... وجاہت میں...... کیوں جاؤں اور حیدر کو لے کر کیوں۔"

فضلاں بی کی حالت غیر ہو رہی تھی جبکہ وجاہت اس لمحے انتہائی پرسکون تھے۔

"میں نے کہا ناں حیدر علی شاہ کو اعلیٰ تعلیم کی ضرورت ہے۔" وجاہت بنا کسی لگاوٹ کے بولتے اٹھ کھڑے ہوئے اور اپنے بیٹے کو اٹھاتے ہوئے بولے۔

"لل...... لیکن میرا بیٹا۔" فضلاں بی ہاتھ پھیلاتے ہوئے تڑپ کر بولی۔

"اس کی فکر نہ کریں اللہ بخش اور تسلیم ادھر ہی ہیں۔" وجاہت کا انتہائی مختصر انداز فضلاں بی کو مزید الجھا رہا تھا۔

"وجاہت میری غلطی کیا ہے جو اتنی بڑی سزا دینے لگے ہیں۔" فضلاں بی اٹھنے لگی لیکن شدید کمزوری کے باعث دوسرے پل سر گھومنے لگا تو بے بس ہو کر آنسو بہانے لگی اور وجاہت جو کبھی ان کی ذرا سی تکلیف پر تڑپ اٹھتے تھے مکمل لاتعلقی برت رہے تھے۔ نجانے اتنا حوصلہ کہاں سے آ گیا تھا ان میں۔

"فضلاں بی میرا فیصلہ اٹل ہے یہ پتھر پر پڑی وہ لکیر

ہے جو کسی طرح بھی مٹ نہیں سکتی اس لیے آپ کے حق میں بہتر یہی ہے کہ آپ چپ چاپ اس پر عمل کریں بغیر کسی بحث ومباحثہ کے اس سے آپ صرف اپنی انرجی ہی ویسٹ کریں گی اور شاید عزت نفس بھی مجروح ہو کیونکہ فیصلہ ہو چکا ہے دوسری صورت میں آپ کو صدیقی مینشن جانا ہوگا۔'' وجاہت سفاکی کی انتہا کو چھور ہے تھے۔

''آپا وجاہت بھائی صاحب کے بارے میں یہی کہا جاتا ہے کہ وہ بہت ضدی ہیں۔ جب تک آپ ان کی مانتے رہو وہ اچھے ہیں اپنی مرضی ان پر لاگو کرنے کی کوشش میں نقصان سراسر آپ کے حصے میں آتا ہے وہ اپنی ہار کبھی بھی تسلیم نہیں کرتے ہیں۔'' بشیر کی باتیں ان کی سماعتوں میں گونجنے لگی تھیں۔ وہ باتیں جن کو سن کر فضلاں بی نے اپنے بھائی پر الزام لگایا تھا کہ وہ ان کو وجاہت کے خلاف کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ بشیر لیکن اب وجاہت کی ہٹ دھرمی اور ضد نے ثابت کر دیا تھا کہ بشیر کی اس وقت کی اطلاع کتنے فی صد سچ تھی ان کی کوشش اپنی بہن کا گھر برباد کرنے کی نہیں بلکہ ان کو کسی بھی دکھ میں مبتلا ہونے سے بچانے کے لیے تھی لیکن فضلاں بی نے کتنا غلط سمجھا تھا۔

اور پھر وہی ہوا جو وجاہت نے طے کیا تھا۔ بشیر اور انجم نے ہر ممکن طریقے سے وجاہت کو سمجھانے کی کوشش کی فضلاں بی کو صدیقی مینشن شفٹ ہونے کے لیے قائل کرنے کی کوشش کی کہ وقت گزرنے کے ساتھ وجاہت بھی سمجھ جائے گا لیکن ان دونوں کی کسی کوشش کو وجاہت علی شاہ اور فضلاں بی نے کامیابی کی سند نہ دی...... اور چار ہفتے کے ننھے منے ریان علی شاہ کو چاندی نگر کو سونپ کر حیدر کو ساتھ لیے خاموشی سے لندن شفٹ ہوگئیں۔

❁......❁......❁
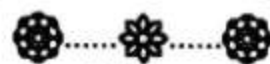
''ہاں ہیلو، بول یار اس وقت کیسے یاد کر لیا۔'' ارمان نے کال ریسیو کی تو دوسری طرف اشعر کی آواز اس کو چونکا گئی۔

''کیوں میں اس وقت یاد نہیں کر سکتا کیا؟'' وہ پرمزاح انداز میں بولا۔

''کر سکتا ہے کیوں نہیں کر سکتا لیکن ابھی کوئی گھنٹہ بھر پہلے تو میرے دیدار سے مستفید ہو چکا ہے ناں اور جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے میں تیری محبوبہ نہیں جو تو گھنٹے میں ہی تڑپ اٹھا۔'' ارمان سوٹ کیس کو سائیڈ پر کرتے ہوئے شوخی سے بولا تو اشعر اپنا بے ساختہ قہقہہ روک نہ سکا۔ موبائل میں ہیڈ فون فکس کرتے ہوئے ارمان بھی مسکرا رہا تھا۔

''ایک انفارمیشن ملی تو سوچا شیئر کر دوں۔'' اشعر کی آواز پر ارمان چونکا تھا۔

''کس بارے میں۔'' وہ حیرت سے گویا ہوا۔

''اسی تیری نقاب والی مس کے بارے میں۔'' اشعر کے الفاظ پر ارمان کا ہر ایک عضو کان بن گیا۔

''کیا کہا، ریئلی جلدی بتا۔'' وہ تیزی سے بولا۔

''وہ ایک اسکول میں ٹیچر ہے اور خوشی کی بات یہ کہ کل صبح تو تیار رہنا ان سے ملاقات کا چانس بن گیا ہے۔'' اشعر اس کو بتانے لگا۔

''کیسے کیسے؟'' ارمان بے یقینی سے بولا۔

''یہ تو کل ہی بتاؤں گا فی الحال بائے۔'' اتنا کہہ کر ارمان کی کوئی بھی بات سنے بغیر اشعر نے لائن ڈسکنیکٹ کر دی تو وہ اس کی اس حرکت پر تلملا کر رہ گیا۔ لیکن بہر حال اب صبر تو کرنا ہی تھا اور صبح کا انتظار بھی۔

اور پھر صبح ہوگئی اس کے انتظار کی گھڑیاں ختم ہوگئی تھیں۔

''ہم کہاں جا رہے ہیں۔'' فرنٹ سیٹ پر بیٹھتے ہی وہ اس سے مخاطب ہوا اور اشعر ایک سرسری نظر اس کی طرف ڈال کر مکمل طور پر ڈرائیونگ کی طرف متوجہ ہوا تھا تو ارمان نے غصیلی نظروں سے گھورا تھا۔

''یار کیا سسپنس ہے اب بتا بھی دے کہاں لے کر جا رہا ہے۔'' اگلے پانچ منٹ تک اشعر نے کوئی جواب نہ دیا تو ارمان تلملا کر دوبارہ گویا ہوا۔

''صبر صبر میری جان تم تو ایسے چیخ چلا رہے ہو جیسے......!''

''شٹ اپ اور سیدھی طرح بتاؤ کہاں جانا ہے'' اشعر گیئر چینج کرتا ہوا شریر انداز میں بولنے لگا تو ارمان اس کی

بات کاٹ کر اس کو ڈپٹتے ہوئے بولا تو وہ اپنا بے ساختہ قہقہہ روک نہ سکا۔

"بس، بس یار منزل قریب ہے ذرا سا حوصلہ رکھ۔" اشعر موڑ کاٹتے ہوئے اچٹتی نظر سے اسے دیکھتے ہوئے بولا۔

"یہ کون سی منزل ہے جس کے رستے سے میں انجان ہوں۔" ارمان دائیں بائیں دیکھتے ہوئے متعجب انداز میں اس سے پوچھنے لگا۔

"یہ تو......!" اشعر مسلسل خاموش تھا کچھ دیر بعد ان کی گاڑی ایک جگہ آ کر رکی تو پل کی پل ارمان کی حیرت سوا نیزے پر پہنچ گئی۔

"سرپرائز۔" اشعر ایک سائیڈ پر گاڑی پارک کرتے ہوئے اگنیشن سے چابی نکالتے ہوئے مسکراتی شریر نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے بولا جو اس کالے گیٹ پر نظریں جمائے ہوئے تھا۔

"چلو۔" اشعر دروازہ کھولتے ہوئے اس سے مخاطب ہوا تو وہ چونکا۔

"کیا مطلب' کہاں۔" وہ واقعی حیرت میں مبتلا تھا۔

"اب کیا یہاں بیٹھ کر ہی گیٹ کے کھلنے کا انتظار کرنا ہے؟" اشعر اس کی سائیڈ پر آ کر دروازہ کھول کر خوشگوار لہجے میں بولا تو وہ سٹپٹا گیا۔

"السلام علیکم بھائی کیسے ہیں، اتنی دیر لگادی۔"

"وعلیکم السلام ہاں بس ٹریفک میں دیر لگ گئی' تم ایسا کرو کہ رانیہ کو ساتھ لے کر جاؤ' ارمان تمہارے ساتھ جائے گا مجھے گاڑی کا تھوڑا سا کام کرانا ہے ناں تو میں آدھے پونے گھنٹے تک واپس آجاؤں گا۔" ہونقوں کی طرح ان دونوں کو گھورتے ہوئے ارمان کو دیکھ کر اشعر بسمہ سے مخاطب ہوا تو اس نے اثبات میں سر ہلایا۔

"ارمان بھائی کیسے ہیں آپ؟"

"میں ٹھیک ہوں گڑیا تم سناؤ کیسی ہو اور ہماری یہ پری جیسی بٹیا کیسی ہے؟" ارمان رانیہ کو گود میں اٹھاتے ہوئے اس کو پیار کرتے ہوئے بولا۔

"میں بھی ٹھیک ہوں بھائی اور رانیہ بھی ٹھیک ہے سوری آپ کو زحمت اٹھانی پڑ رہی ہے دراصل بھائی نے خود ہی آنا تھا لیکن اچانک بھابی کے میکے میں کوئی ڈیتھ ہوگئی ہے اور بھائی اور بھابی کو وہاں جانا پڑ گیا۔ رانیہ کا آج ایڈمیشن کرانا تھا ٹائم فکس کرا رکھا تھا بھابی نے اس لیے کہا تھا کہ میں لے جاؤں لیکن اشعر بھائی کو بھی کام ہے اور میں اکیلی نہیں آسکتی تھی تو بھائی نے کہا تھا کہ ارمان بھائی ساتھ آجائیں گے۔" بسمہ ارمان کو تفصیل بتانے لگی تو ارمان نے متعجب اور تشکر آمیز نظروں سے اشعر کو دیکھا جو مسکرا رہا تھا۔

"تو چلیں بھائی۔" بسمہ، ارمان سے مخاطب ہوئی تو وہ بھی اس کی طرف متوجہ ہوا اور رانیہ کو نیچے اتار کر اس کا ہاتھ پکڑ کر چلنا شروع کردیا۔

جوں جوں قدم آگے بڑھ رہے تھے اس کے اندر ایک عجیب سا انتشار پھیلتا جارہا تھا اس کا اٹھتا ہر قدم اس کی دھڑکنوں کے پھیلے اضطراب اور انجانی سی چاہ میں مزید اضافہ کررہا تھا۔

وہ پرائمری اسکول تھا جہاں اس وقت شاید پلے ٹائم تھا اور بہت سے بچے اِدھر اُدھر کھیل میں مصروف تھے بسمہ اس سے دو قدم آگے تھی اور ارمان، رانیہ کا ہاتھ پکڑے طائرانہ نظروں سے اسکول کو دیکھتا چل رہا تھا۔

"السلام علیکم، ہم ایڈمیشن کے لیے آئے ہیں۔" بسمہ نے ایک نیلے رنگ کے دروازے پر لگے بورڈ پر "پرنسپل" لکھا دیکھ کر ناک کرکے اندر جھانکا تھا اور پھر وہ دونوں رانیہ کے ہمراہ اندر چلے گئے۔

"وعلیکم السلام جی آئیں تشریف لائیں۔" سامنے ایک بڑی سی صوفے نما کرسی پر بیٹھی عورت، یقیناً پرنسپل کے فرائض انجام دے رہی تھی۔ بسمہ ان کے خوشی دلی سے بولنے پر ارمان کو دیکھ کر آگے بڑھی۔ ارمان نے کمرے کا جائزہ لیا نفاست اور اعلیٰ ذوق اسکول کے ہائی اسٹینڈرڈ کو واضح کردیا تھا۔ رنگین تین سیٹوں والا صوفے کے سامنے ٹیبل پر فریش پھول دیواروں پر پینٹنگز انتہائی متاثر کن

ماحول تھا صوفے پر بیٹھے ہوئے وہ ایک دم چونکا۔ کمرے کے ایک طرف کھلی کھڑکیوں کے سامنے رکھے کمپیوٹر پر مصروف اس ذات نے اس کی دھڑکنوں کو اتھل پتھل کردیا۔ اسکارف سے سر کو ڈھانپے ہوئے تھی۔

"میڈم یہ مکمل ہوگیا ہے۔" وہ پلٹ کر اس عورت سے مخاطب ہوئی تھی اور ارمان کی موجودگی کے باعث چہرہ ڈھانپ لیا تھا۔

"بہت شکریہ آپ یہ مزید فارمز دیکھ لیں یہ رانیہ ہیں اور یہ ان کی......؟" پرنسپل نے سوالیہ نظروں سے بسمہ کی طرف دیکھا۔

"جی میں رانیہ کی پھوپو ہوں اور یہ چاچو بھائی اور بھابی کو کہیں ضروری جانا تھا اس لیے ہم رانیہ کو لے کر آئے ہیں۔" بسمہ نے تفصیل سے بتایا تو انہوں نے مسکرا کر اثبات میں سر ہلایا جبکہ ارمان ابھی تک اس کی ایک معمولی سی جھلک میں ہی کھویا ہوا تھا۔

"رانیہ کو اسکول کا وزٹ کرانا ہے۔" کمپیوٹر پر بیٹھی لڑکی نے پلٹ کر دیکھا ارمان یہ آنکھیں اور یہ آواز لاکھوں میں بھی پہچان سکتا تھا محتاط نظروں سے اس نے اسے دیکھا تھا۔

"ہاں میرے خیال میں اسکول کا ایک راؤنڈ ضروری ہے۔" پرنسپل سے پہلے بسمہ بولی۔

"میڈم مس نورین ہی وزٹ ارینج کررہی ہیں میں ان کو بلا لاتی ہوں۔" وہ اٹھ کر پرنسپل کے پاس آئی اور ان کے سامنے رکھی فائلز کو اٹھاتے ہوئے بولی۔

"نہیں تم آپ ان فائلز کو ہینڈل کریں میں ان کو لے جاتی ہوں مجھے ایگزامینیشن ہال کا وزٹ کرنا تھا۔" وہ اٹھتے ہوئے بولیں تو وہ فائلز اٹھا کر دوبارہ اپنی سیٹ کی طرف بڑھ گئی۔

"چلیں میں آپ کو مس نورین سے متعارف کرادیتی ہوں وزٹ کے بعد آپ یہاں میرے آفس میں ہی آجایئے گا کچھ فارمز فل اپ کرنے ہیں جن پر رانیہ کے گارڈیئنز کے سگنیچر چاہیے۔" میڈم نے سوالیہ نظروں سے بسمہ اور ارمان کو دیکھا۔

"میڈم اس وقت بھائی اور بھابی تو فری نہیں ہیں اور شاید فارمز سب مٹ کرانے میں ابھی کچھ دن باقی ہیں تو ہم فارمز اگر گھر لے جائیں تو؟" اب بسمہ کی بجائے ارمان نے کہا تو کمپیوٹر پر بیٹھی اس لڑکی نے پلٹ کر دیکھا تھا۔ ارمان کا ہر اک عضو آنکھوں کا کام سرانجام دے رہا تھا اس کی نظر پڑتے ہی ارمان نے بھی اسے دیکھا تھا۔ دوسرے پل بنا کسی تاثر کے وہ اپنے کام میں مشغول ہوچکی تھی۔

"ہاں ٹھیک ہے چند دن تک آپ فارمز سب مٹ کرا دیں تو اچھا ہوگا۔" میڈم نے اجازت دی تو بسمہ نے من ہی من شکر کا کلمہ پڑھا اور پھر بسمہ رانیہ کا ہاتھ پکڑے ارمان کے ساتھ میڈم کے ساتھ چل پڑی۔

"آئی ایم سوری، ہمارا سارا اسٹاف فی میل ہے اور یوں ایک میل کے ساتھ اسکول کا وزٹ ہمارے رولز میں نہیں ہے کچھ ٹیچر باقاعدہ حجاب لیتی ہیں اور ہمیں اس بات کا خاص خیال رکھنا ہوتا ہے اگر آپ مناسب سمجھیں تو یہاں ہی تشریف رکھیں میں چائے بھجواتی ہوں۔" وہ چند قدم ہی بڑھے تھے کہ میڈم نے پلٹ کر دیکھا اور ارمان کو ساتھ جانے سے روک دیا۔

"اٹس او کے میڈم کوئی بات نہیں، بھائی آپ ویٹ کریں ہم ابھی آتے ہیں۔" اس کی بجائے بسمہ بولی تو ارمان دوبارہ صوفہ پر جا بیٹھا۔ ٹیبل کے نیچے بنے شیلف پر سے آج کا اخبار اٹھا کر کھولتے ہوئے اس کی نظریں بار بار کمپیوٹر کی اسکرین پر نظریں جمائے انہماک سے کام میں مصروف اس لڑکی پر تھیں۔ یکلخت اس نے پلٹ کر دیکھا تو ارمان اتنا مگن تھا کہ اپنی نظروں کے زاویے کو بدل نہ سکا اور اس کی آنکھوں سے جھانکتی ناگواری کی شکنوں کو بہت مشکل سے برداشت کیا۔

❀.......❀.......❀

"ماما پلیز ایک بار میری بات سمجھنے کی کوشش تو کریں نا۔" وہ انتہائی بے بسی سے ان کی طرف دیکھ کر گویا ہوئی تھی۔

"میں سمجھ رہی ہوں، اچھی طرح سمجھ رہی ہوں، لیکن تمہارے بابا جان۔"

"ماما پلیز آپ بابا جان سے بات کریں نا مجھے تھوڑی

سی تو مہلت دیں نا۔" وہ ناہید صدیقی کے ہاتھ کو پکڑ کر منت بھرے لہجے میں اپنا مدعا بیان کرنے لگی۔

"دیکھو بیٹا تمہارے بابا جان شادی پر بالکل بھی زور نہیں دے رہے ہیں وہ صرف بات کو طے کرنا چاہتے ہیں وہ صرف یہ چاہتے ہیں کہ تمہاری منزل کا تعین ہوجائے۔"

"مما زبردستی تو صدیقی مینشن کی روایت نہیں ہے پھر میرے ساتھ یہ ناانصافی کیوں؟" عروہ اپنی رکتی دھڑکنوں کو بمشکل بحال کرتی بھرائی آواز میں ان سے پوچھنے لگی۔

"بیٹا کوئی زبردستی نہیں ہے تم سوچ لو امیر مرتضیٰ ہماری آنکھوں کے سامنے پلا بڑھا ہے ہم اس کی ہر ایک عادت ضد اور ہٹ دھرمی سے واقف ہیں ہم جانتے ہیں کہ کتنی طاقت والا ہے، ہم تمہارے لیے بہتری ہی چاہتے ہیں بیٹا تم اچھی طرح جانچ پڑتال کر کے جواب دو۔" ناہید صدیقی مزاج میں اپنی مثال آپ تھی اس وقت بھی عروہ کے احتجاج پر انتہائی نرمی سے اس کے انکار کو ہینڈل کررہی تھی۔

"ماما سوچنے اور جان پہچان کے بعد کیا میرے پاس انکار کا آپشن ہوگا؟" عروہ نے ماں کو دیکھا۔

"دیکھو بیٹا۔"

"ماما میں جانتی ہوں امیر مرتضیٰ اچھا لڑکا ہے بہت پڑھا لکھا اچھے خاندان کا اچھی نیچر کا اور سب سے بڑی بات وہ بشریٰ خالہ کا بیٹا ہے لیکن مما میں امیر مرتضیٰ سے شادی نہیں کرنا چاہتی میرے دل میں اس کے لیے وہ فیلنگز نہیں ہیں مما وہ صرف میرا کزن ہے اس کے آگے میں اس کو کوئی بھی مقام نہیں دے سکتی، پلیز مما اس پوائنٹ کو سمجھنے کی کوشش کریں۔" وہ ناہید صدیقی کے سامنے بیٹھ کر اپنی آنکھوں کو رگڑتے ہوئے بولی۔

"کیا تم...... کسی اور!" ناہید صدیقی نے چبھتی نظروں سے اسے دیکھا تھا۔

"ماما کسی کے ساتھ شادی سے انکار کی ہمیشہ یہی وجہ نہیں ہوتی کہ ہم کہیں اور انٹرسٹڈ ہیں کسی کے ساتھ زندگی گزارنے کے لیے ذہنی ہم آہنگی اور دلی لگاؤ کی بہت اہمیت ہوتی ہے تاکہ زندگی سہل ہوسکے۔" ناہید صدیقی کی نظروں کو ناگواری سے دیکھتے ہوئے عروہ قدرے ترش لہجے میں گویا ہوئی۔

"تو کیا تمہارا یہ دلی لگاؤ اور ذہنی ہم آہنگی امیر مرتضیٰ کے ساتھ نہیں پروان چڑھ سکتی؟"

"اف مما! میرے دل میں اس شخص کے لیے کوئی جذبات نہیں ہیں جن کی بنا پر میں اس کی طرف پیش قدمی کرتے اپنی زندگی سہل کرسکوں۔" عروہ اب عاجز آچکی تھی۔

"دیکھو بیٹا۔"

"مما مجھے کچھ نہیں دیکھنا۔ اگر آپ نے فیصلہ کا اختیار مجھے دیا ہے تو پھر میرے فیصلے کو اہمیت بھی دیں دوسری صورت میں جو آپ کو ٹھیک لگتا ہے کریں میں نے اپنا فیصلہ سنا دیا ہے۔" اتنا کہہ کر عروہ اٹھ کھڑی ہوئی اور اپنے موبائل پر انٹرنیشنل کال پر متعجب نظروں سے اسکرین کو گھورا اور وہاں سے چلی گئی۔

❁......❁......❁

"آپ یہاں پر ٹیچر ہیں؟"

"نہیں...... چپڑاسی۔" اپنے بودے سوال پر وہ اپنے آپ کو کوس رہا تھا کہ اس کے تنک مزاجی سے دیے گئے جواب پر اپنی بے ساختہ مسکراہٹ نہ روک سکا۔

"انٹرسٹنگ۔" وہ واقعی متاثر ہوا تھا۔

"کون سی کلاس کے سامنے چپڑاسی کے فرائض انجام دیتی ہیں آپ؟" اس وقت اس نے ڈھیٹ بن جانے کو فوقیت دی۔

"آپ سے مطلب؟" وہ قدرے سخت لہجے میں بولی۔

"مجھے تو کوئی مطلب نہیں لیکن بچوں کے اسکول ٹیچر کے بارے میں جنرل انفارمیشن تو ہونی چاہیے ناں؟" وہ ریلیکس انداز میں اسی سے پوچھ رہا تھا۔

"ضروری نہیں۔" وہ دوبارہ اپنے کام کی طرف متوجہ ہوچکی تھی۔

"اس تکلف کی کیا ضرورت تھی۔" چند منٹس بعد اس کی چائے آچکی تھی ساتھ ٹی کیک اور سموسے دیکھ کر یکلخت

اس کی بھوک چمک اٹھی۔

''آپ گریجویٹ ہیں یا ماسٹرز کررکھا ہے؟'' ارمان تھوڑا بہت تعارف حاصل کرنا چاہ رہا تھا۔ سبھی اپنی عادت کے برعکس سوال کردیا تھا۔

''میں لوگوں کو اپنی تعلیمی قابلیت سے نہیں، اپنی اچھی عادت سے قائل کرنے کی کوشش کرتی ہوں جو واقعی پڑھے لکھے ہیں وہ میری اس کوشش کو سراہتے ہیں اور جن کے پاس ڈگریوں کے انبار لگے ہوتے ہیں ناں وہ اس کوشش کو کسی اور شکل میں ڈھال کر حیران کردیتے ہیں۔'' وہ قدرے تنک انداز میں بولی تو وہ مسکرانے لگا۔

''متفق ہوں آپ کی لوجک سے۔'' وہ مسکراتے لہجے میں بولا تو اس کے انداز سے جھانکتی خوانخواہ کی فرینکنس پر اس نے سر جھٹک کر رخ موڑا تھا۔

''ویسے بھی اچھے اخلاق کو کسی کاغذ کے ٹکڑے کی ضرورت نہیں ہوتی وہ اپنا آپ بغیر کسی سند کے بھی منوالیتا ہے۔'' ارمان چائے کا آخری سپ لے کر کپ ٹیبل پر رکھ کر بولا تو اس نے مکمل اجنبیت برتنے میں ہی عافیت جانی۔

''آپ کتنے عرصے سے یہاں جاب کررہی ہیں؟'' ایک اور سوال پر وہ گہرا سانس لے کر رہ گئی۔

''تقریباً پانچ سال سے۔'' مختصراً جواب دے کر اپنی اچھی عادات کا ثبوت دیا۔

''آپ کا نام کیا ہے مس؟'' فرینکنس کی انتہا ٹائپنگ کرتے اس کے ہاتھ یکلخت رک گئے تھے برداشت نہ کرنے کا مطلب اپنی کہی بات سے مکرنا تھا اور اس کے سوال و جواب وہ اس وقت افورڈ کرنے سے قاصر تھی یک دم اٹھی اور باہر کی طرف قدم بڑھا دیے۔

''آپ کی سسٹر کچھ دیر تک آجائیں گی تو میڈم آپ کو ساری انفارمیشن اور اسکول کے رولز سمجھا دیں گی۔'' دروازے کے بیچوں بیچ رک کر بنا پلٹے وہ سپاٹ لہجے میں اس کو بتا کر دوسرے لفظوں میں اخلاقیات نبھا کر باہر نکل گئی تھی تو وہ مسکرا دیا۔ دوسرے پل اٹھ کھڑا ہوا اور چلتا ہوا اس کونے تک جا رکا جہاں وہ بیٹھی تھی کی بورڈ کو دیکھا جہاں اس کا لمس برقرار تھا۔

چند پیپرز سائیڈ پر رکھے تھے۔

''بھائی چلیں؟'' وہ نہایت انہماک سے ہر ایک چیز کا جائزہ لے رہا تھا کہ بسمہ کی آواز پر چونک کر دیکھا۔

''سمجھ لیا سارا اور فارمز لے لیے۔'' وہیں کھڑے کھڑے وہ اس سے پوچھنے لگا۔

''جی بھائی میڈم نے سب سمجھا دیا ہے فارمز فرائڈے تک سب مٹ کرنے ہیں تو وہ بھابی خود کردیں گی۔ ابھی بھائی کا میسج آیا ہے کہ وہ باہر آگئے ہیں۔'' ارمان کو تفصیل سے آگاہ کرتے ہوئے بسمہ موبائل پر آئے گئے میسج کو پڑھتے ہوئے اس کو بتانے لگی تو ارمان نے گہرا سانس لے کر الوداعی نظروں سے سب چیزوں کو دیکھا پلٹتے پلٹتے یک دم وہ چونک گیا کی بورڈ کے پاس کوئی چیز چمک رہی تھی ایک پل بھی ضائع کیے بنا وہ آگے بڑھا وہ ایک ٹوٹا ہوا جھمکا تھا شاید اس نے پہنا تھا اور یہاں رکھا تھا بنا سوچے ایک لمحے کی تاخیر کیے بنا وہ پاکٹ میں ڈال کر بسمہ کے ہمراہ باہر نکل گیا اور اپنی اس حرکت پر من ہی من مسکرایا تھا اور حیران بھی ہو رہا تھا۔

❀......❀......❀

''پیا سے مل کے آئے نین
پیا سے مل کے آئے نین
آئے نہ اب تو مجھ کو چین
ہائے میں کیا کروں
ہائے میں کیا کروں

تقریباً آدھا پون گھنٹہ ساتھ بتانے کے بعد بلال کاظمی اپنے گھر روانہ ہوچکا تھا اور اب رافعہ کی شوخیاں عروج پر تھیں وہ کمرے میں آئی تو خوش بخت کلائی کو تھامے بیٹھی تھی چہرے پر دلفریب مسکراہٹ، آنکھوں کی چمک محبت کی اس نشانی پر اس کے مسحور ہونے کا اعلان کررہی تھی رافعہ پر نظر پڑتے ہی اس نے کلائی میں پہنے انتہائی نازک سے کنگن کو اس کے سامنے لہرایا۔ شرمگین مسکراہٹ اور

چہرے پر پھیلی قوس و قزاح کنگن کی داستان رافعہ کے گوش گزار کر گئی۔

"رافعہ پاگل ہوگئی ہو کیا۔" بے تحاشہ ہنسنے سے اس کی آنکھیں پانی پانی ہو رہی تھی۔ "چھوڑو مجھے کیا کر رہی ہو، سچی مجھے ڈانس نہیں آتا ہے۔" وہ رافعہ کو پکڑے بولی۔

اس کے نہ نہ کرنے کے باوجود بھی رافعہ نے پورا گانا اس کو گول گھماتے ہوئے گایا تھا اور اب دونوں کے ہی سر چکرا رہے تھے۔

"ارے آپا جان خوشی کو بھرپور طریقے سے ہی انجوائے کرنا زندگی ہے۔" رافعہ اس کے پاس بیٹھتی ہوئی بولی۔

"میں اس بات پر یقین نہیں رکھتی ہوں، خوشی کے لمحات میں اپنی حدوں کو برقرار رکھنا اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہ کرنا اصل زندگی ہے۔" خوش بخت کنگن کو ہاتھ سے تھام کر سینے سے لگاتے ہوئے رافعہ کی طرف دیکھ کر بولی۔

"اف پلیز یار آج کے دن کوئی فلسفہ نہیں۔" رافعہ بدمزہ ہوئی تھی۔

"یہ فلسفہ نہیں ہے نجانے کیوں مجھے ڈر سا لگتا ہے۔" وہ بولنے لگی تو رافعہ نے جمائی لی تو وہ خاموش ہوگئی۔

"اچھا چلو نماز کا وقت ہو رہا ہے ناں تو میں چینج کرلوں۔" وہ اٹھتے ہوئے بولی۔

"ویسے کنگن بہت پیارا ہے اللہ نصیب کرے اور اس سے جڑی ساری خوشیوں کو ہمیشہ برقرار رکھے۔"

"آمین۔" رافعہ کی دعا پر خوش بخت نے اس کی طرف دیکھا اور مسکرا کر آمین کہا اور اٹھ کر وارڈ روب سے کپڑے نکال کر واش روم کی طرف بڑھ گئی۔

بعض اوقات کچھ انجانے ڈر، نہ سمجھ میں آنے والے وسوسے ہمارے دل و دماغ پر حاوی ہو کر ہمیں بے سکون کر دیتے ہیں ایسے میں سکون صرف سجدے میں ہی ملتا ہے وہی ایک پاک ذات ہے جو ہمیں اطمینان اور سکون جیسی نعمتوں سے نوازتا ہے اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ ہماری خوشیوں کو ہماری اپنی ہی نظر کھا جاتی ہے اور ہم کچھ بھی نہیں کرسکتے ہیں سوائے دعا کے۔

❁......❁......❁

"ہیلو۔" مردانہ شناسا سا آواز پر عروہ چونکی تھی یکلخت موبائل کی اسکرین کو دوبارہ دیکھا۔

"ہیلو...... کون؟" وہ پہچاننے کی کوشش میں تھی۔

"ارمان سے بات ہوسکتی ہے۔" فون کرنے والے نے اپنے تعارف سے اجتناب برتتے ہوئے کہا۔

"نمبر تو ارمان کا نہیں ہے۔" وہ انتہائی سپاٹ انداز میں بولی۔

"معلوم ہے لیکن اس کا نمبر تھرو نہیں ہو رہا تھا۔"

"یہ یہ نمبر کہاں سے ملا، ارمان نے یہ نمبر دیا ہوا ہے؟" وہ ترش انداز میں اس سے پوچھنے لگی۔

"نہیں...... نہیں ارمان نے نہیں دیا۔" وہ یکلخت بوکھلایا تھا۔

"مم...... میں...... حیدر بول رہا ہوں۔"

"جی معلوم ہے۔" وہ بے پروائی سے اس کو پہچاننے کا اعتراف کرنے لگی۔

"میرا نمبر کیسے مل گیا ہاں کیا ارمان نے دیا ہے؟" وہ قدرے کڑوے لہجے میں اس کے پاس اپنے پرسنل نمبر کے پہنچ جانے کی بابت پوچھنے لگی تھی۔

"نہیں، بالکل بھی نہیں ارمان نے نہیں دیا۔" وہ اس سے پوچھنا چاہ رہا تھا کہ اس نے کیسے پہچانا اس کو لیکن ہمیشہ کی طرح اس کے سپاٹ انداز نے اس کی قوت گویائی چھین لی تھی۔

"پچھلے سال جب ارمان یو کے آیا تھا تو میرے نمبر سے اس نے آپ کو میسج کیے تھے تو وہ نمبر ان بکس میں تھا ابھی تک ارمان کا نمبر نہیں مل رہا تھا تو اس لیے مجبوراً۔"

"ایک سال پرانے میسج وہ بھی کیسی اور کو کیے گئے...... انٹرسٹنگ۔" وہ بشاش لہجے میں مذاق اڑانے لگی تھی تو دور ہونے کے باوجود حیدر سٹپٹا گیا تھا۔

"ویسے ارمان نے مجھے پرسنل سیکرٹری کی نوکری سے نکال دیا ہے اس لیے اس کے بارے میں میرے پاس کوئی انفارمیشن نہیں ہے۔" عروہ بولی تو حیدر لب بھینچ کر رہ گیا۔

"او کے، بہت شکریہ ارمان سے ملاقات ہو تو اس سے کہہ دینا مجھے کال کرے ضروری بات کرنی ہے۔"

"ویسے۔" حیدر آف کا بٹن پش کرنے ہی لگا تھا کہ عروہ کی آواز پر پھر سے موبائل کان سے لگالیا۔

"جی؟"

"اگر تم مجھے سچ بتادو تو میں تمہیں ارمان کے بارے میں بتادوں گی۔" یکلخت ہی وہ ڈیل کرنے لگی تھی حیدر دھیمے سے مسکرایا۔

"میں ارمان کا نمبر پھر ٹرائی کرتا ہوں یقیناً اب مل جائے گا۔" اتنا کہہ کر حیدر نے فون بند کردیا تو عروہ تلملا کر رہ گئی۔

"گھنا کہیں کا دیکھ لوں گی تمہیں۔" دانت پیس کر وہ زیر لب بڑبڑائی اور ارمان کے واپس آنے کا انتظار کرنے لگی۔

❀......❀......❀

"میری کل کی فلائٹ ہے یو کے کی تم پلیز مزید انفارمیشن سے آگاہ کرتے رہنا۔" ارمان کو صدیقی مینشن ڈراپ کرنے لگا تو وہ دھیمی آواز میں اس کو ہدایت دینے لگا تب اشعر مسکراتے ہوئے گاڑی کا دروازہ کھول کر باہر نکل آیا۔

"ملاقات تو ہوگئی ناں؟ مجھ سے کیا انفارمیشن لو گے؟" وہ پرسوچ انداز میں بولا۔

"نہیں خاص ملاقات نہیں بس چند مکالمے اور وہ بھی نک چڑھے۔" وہ دھیمے سے مسکرایا تھا۔

"اچھا تو اور کیا توقع رکھ کر گیا تھا؟" اشعر نے ابرو اچکا کر اسے دیکھا تھا تو وہ کھسیانا سا ہنس دیا۔

"چل اندر آجا چائے پانی، ابھی لنچ کا بھی ٹائم ہو رہا ہے۔ بسمہ گڑیا اندر آجائیں۔" ارمان بسمہ سے مخاطب ہوا۔

"نہیں، نہیں یار پھر کبھی سہی، تمہاری واپسی پر ضرور آئیں گے ابھی ضروری نکلنا ہے۔" بسمہ سے پہلے اشعر نے انکار کیا تو ارمان نے اسے گھورا۔

"پھر کیا آئے گا نا؟"

"ہاں یار ان شاءاللہ ضرور۔" اشعر نے وعدہ کیا۔

"اپنے اس وعدے پر جانے دے رہا ہوں۔" ارمان نے بھی زیادہ اسرار نہیں کیا کہ ابھی بہت سے کام نبٹانے باقی تھے پھر حیدر کی مس کالز اور عروہ کے میسجز اس کو مزید عجلت میں ڈال رہے تھے۔

"کل تو مشکل ہے ملاقات ہو، تو ان شاءاللہ اب واپسی پر گپ شپ ہوگی۔" ارمان اس سے گلے ملتے ہوئے کہنے لگا اور ساتھ ہی بسمہ اور رانیہ کو بھی الوداع کہنے لگا۔

"نہیں یار ایئر پورٹ آؤں گا نا۔" اشعر کی اطلاع پر ارمان مسکرانے لگا اور پھر ان کو الوداع کہہ کر صدیقی مینشن کا بڑا سا گیٹ عبور کر گیا اور چلتے چلتے حیدر کو کال بیک بھی کرنے لگا۔

"ہاں ہیلو، السلام علیکم، ریئلی سوری یار میں بزی تھا اس لیے کال ریسیو نہیں کرسکا۔ سب خیریت ہے ناں۔" چلتے چلتے وہ بول رہا تھا۔

"وعلیکم السلام کوئی بات نہیں ہاں خیریت ہے کل کس ٹائم پہنچنا ہے تم نے کوئی ڈیٹیل نہیں بتائی میم فکر مند ہو رہی تھیں۔" حیدر اپنے مخصوص دھیمے انداز میں اس کو اپنی کالز کی بابت بتانے لگا۔

"ایک تو پھوپو جانی بھی ناں، کوئی نا کوئی ٹینشن ڈھونڈ لیتی ہیں۔" ارمان حسب عادت چہکا تھا۔

"ہاں یہ تو ہے بار بار یہی کہہ رہی ہیں کہ تم نے شاید آنا ہی نہیں ہے۔" حیدر ارمان کو فضلاں بی کے وسوسوں سے آگاہ کرنے لگا۔

"نہیں یار، آنا ہے کل پاکستان کے وقت کے مطابق شام چار بجے کی فلائٹ ہے اور میں۔"

"اف اللہ جی مار ڈالا۔" وہ عجلت میں چلتا جارہا تھا کہ سامنے سے آتی عروہ سے ٹکرا گیا۔

"اس کو کانوں سے نکالو تو پتا چلے کے سامنے سے کوئی آرہا ہے کہ نہیں۔" اس کے کانوں سے ہیڈ فونز کھینچتے ہوئے وہ انتہائی ترش لہجے میں اپنی غلطی اس کے سر تھوپتے ہوئے اسے ڈانٹنے لگی تو ارمان نے غصیلی نظروں سے اسے دیکھا۔

"سوری کچھ دیر تک دوبارہ کال کرتا ہوں اور پھر ساری تفصیل سمجھاتا ہوں۔" ارمان نے اپنی تیکھی نظروں سے عروہ

کو دیکھتے ہوئے جلدی سے ہیڈفونز کو کان سے لگا کر کہا۔
''ہاں...... ہاں سب خیر ہے، اوکے پھر بات کرتا ہوں۔'' عروہ جو یہ سمجھ رہی تھی کہ وہ گانے سن رہا ہے جب یہ پتا چلا کہ حقیقتاً وہ کسی سے محو گفتگو تھا تو لحہ بھر کو اپنی حرکت اور تلخ کلامی پر سٹپٹا گئی۔
''اخلاقیات نامی کسی چیز سے واقفیت ہے یا نہیں۔'' موبائل آف کرتے ہوئے وہ بولا۔
''غلطی تو تمہاری بھی ہے ناں، دیکھ کر چلتے نا۔'' وہ رخ موڑ گئی اور ارمان نے گہرا سانس لیا اور دوسرے لمحے اس کے ساتھ سرکھپانے کو اندر کی طرف بڑھ گیا۔
''کہاں گئے تھے؟'' اس کے بڑھتے قدم اس کے سوال پر رک گئے تھے۔
''کسی ضروری کام سے باہر جانا تھا تو اشعر کے ساتھ تھا۔'' رک کر اس نے جواب دیا۔
''تم نے میرا نمبر حیدر کو کیوں دیا؟'' دوسرے پل وہ اس کے سامنے آ کھڑی ہوئی تو اس کے سوال پر ارمان نے متغیر نظروں سے اسے دیکھا۔
''تمہارا نمبر حیدر کو دیا، کب کیسے پتا چلا؟'' ارمان تیزی سے بولا۔
''یہ تم بتاؤ کہ کب دیا ہے؟'' عروہ اس پر نظریں جمائے اس سے دریافت کرنے لگی۔
''تمہیں کس نے کہا کہ میں نے دیا ہے؟''
''حیدر کی کال آئی تھی۔'' عروہ اسی انداز میں اس کو بتانے لگی۔
''اور اس نے کہا کہ میں نے تمہارا نمبر اسے دیا ہے؟'' وہ حیرت زدہ اس کو دیکھنے لگا۔
''نہیں اس نے تو ایسا نہیں کہا لیکن دو دن پہلے ہماری جو باتیں ہوئی تھیں اس کے بعد اچانک حیدر کی میرے نمبر پر کال کا آنا محض اتفاق نہیں ہوسکتا۔'' عروہ جھنجلا کر بولی تو ارمان فقط اس کو دیکھے گیا۔
''اور تم یہ سمجھ رہی ہو کہ ارمان صدیقی اتنا کم ظرف ہے کہ دو دن پہلے کیے گئے وعدے سے مکر گیا اور حیدر میرا اتنا تابعدار ہے کہ میں نے اسے نمبر دیا اور اسی وقت اس نے کال کر دی؟'' ارمان نے عروہ کی طرف دیکھ کر اس سے پوچھا تھا۔
''یہ محض اتفاق نہیں ہے تم نے ضرور کچھ نہ کچھ کہا ہے۔'' عروہ قطعی ماننے کو تیار نہ تھی۔
''بے اعتباری کی بھی حد ہوتی ہے یار۔'' ارمان قدرے تلخ انداز میں بولا۔
''جب ہمارے درمیان طے ہوچکا ہے کہ میں حیدر سے کوئی بات نہیں کروں گا تو تم اس کی اتفاقیہ کال کو میری پلاننگ گردان کر صرف اور صرف کڑواہٹ گھولنا چاہتی ہو۔''
''میں...... میں۔''
''میں...... میں اپنے پاس رکھو اور اعتبار کرنا سیکھو۔'' اب کے ارمان قدرے نرمی سے گویا ہوا تو عروہ لب بھینچ کر رہ گئی۔
''جب حیدر نے کہہ دیا کہ میں نے نمبر نہیں دیا ہے تو جو کچھ اس نے کہا ہے تمہیں اس پر اعتبار کرنا چاہیے وہ یقیناً سچ بول رہا ہے۔'' عروہ نے کوئی جواب نہ دیا تو ارمان نے رسان سے اسے سمجھایا۔
''کاش کے کبھی تم بھی مجھے سمجھ سکتے ارمان صدیقی میں بھی اتنی کم ظرف نہیں ہوں کہ اپنے ہی وعدے اور فیصلے سے مکر جاؤں اور سچویشن کو بہتر کرنے کے بجائے تلخ کردوں۔'' عروہ ارمان کی طرف دیکھ کر بے تاثر انداز میں بولنے لگی۔
''مجھے حیدر کی بات پر شک نہیں ہے۔ یقیناً وہ سچ ہی بول رہا ہوگا۔ نہ ہی میرے دل میں اس کے لیے کوئی تلخی ہے میں تو اس سے......!''
''سنو حیدر کے بارے میں باتیں حیدر کے ساتھ شیئر کروگی ناں تو وہ تمہارے لیے ڈٹ سکے گا، اس کو یقین دلاؤ گی ناں کہ تمہارے دل میں اگر پیار نہیں تو تلخی بھی نہیں ہے تو اس میں اتنی قابلیت ہے کہ وہ ان بے نام جذبوں کو محبت کا نام دے سکے۔'' ارمان اس کی بات کاٹ کر بشاش اور شوخ انداز میں اس کی طرف دیکھ کر بولا تو عروہ خوامخواہ

شرمندگیوں میں گھرنے لگی۔
"تمہیں بابا جان نے بلایا تھا۔" ارمان جانے کے لیے پر تولنے لگا تو عروہ اس کو بتانے لگی۔
"کیوں خیریت؟" وہ مسکرا کر جانے لگا تو پوچھ لیا۔
"ہاں شاید۔ وہ بھی اس کے ہمراہ چلتی ہوئی بنا اس کی طرف دیکھے بولی۔
"کیا مطلب کیا ہوا ہے؟" وہ متفکرانہ نظروں سے اسے دیکھ کر پوچھنے لگا۔
"وہ امیر مرتضٰی کے لیے ہاں کرنے لگے ہیں تو تم سے شاید کوئی مشورہ کریں یا تمہاری واپسی کا کنفرم۔"
"وہاٹ، امیر مرتضٰی کو ہاں۔" وہ رکا تھا اور عروہ کا بازو پکڑ کر اس کو روکا۔
"اور تم۔"
"تمہارا انتظار کر رہی تھی کہ تم کب واپس آؤ گے۔" وہ گہرا سانس لے کر بولی تو ماتھے پر ابھرتی شکنوں کو رگڑتے ہوئے ارمان نے متعجب نظروں سے اسے دیکھا تھا۔
"بابا جان کو شاید بہت جلدی ہے تم ہی صرف ان کو اس بات کے لیے قائل کر سکتے ہو کہ وہ انتظار کریں۔" عروہ دھیمے سے مسکرائی تھی ارمان ابھی تک سوالیہ نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔
"بابا جان سے حیدر کی بات کرنا لیکن یہ ابھی راز رہے گا پلیز۔" اتنا کہہ کر عروہ بنا اس کا جواب سنے وہاں سے چلی گئی تھی اور ارمان اس کے فیصلے پر گہرا سانس لے کر آسودہ مسکراہٹ کے ساتھ آگے بڑھا تھا۔

❁ ❁ ❁
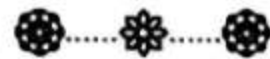
"بابا جان آپ نے یاد کیا ہے غالباً۔" کچھ دیر بعد وہ فریش ہو کر بڑے ہال میں گیا تو وہاں انجم صدیقی براجمان تھے پہلے کسی سے فون پر محو گفتگو تھے تو ارمان نے نیوز چینل آن کر دیا ان کے فارغ ہوتے ہی وہ ان سے پوچھنے لگا۔
"ہاں بیٹا ہوگئی تیاری؟" وہ خوش مزاجی میں بشیر صدیقی سے آگے تھے۔
"بہت سارے معاملات کو وہ اتنی سنجیدگی سے نہیں ہینڈل کرتے تھے یا یوں کہہ لیں کہ وہ ہر مسئلے کو پورے جوش وخروش کے ساتھ ویلکم کرتے تھے اور مسائل کو اپنے اوپر زیادہ حاوی نہیں کرتے تھے جبکہ انجم کے برعکس بشیر زیادہ باریک بینی سے ہر ایک مسئلے کو ہینڈ کرتے تھے۔
"ہاں بابا جان اللہ کا شکر ہے کافی حد تک تیاری مکمل ہو چکی ہے۔" وہ بھی دوستانہ انداز میں ان کو بتانے لگا۔
"بیٹا تم شاید واقف ہو امیر مرتضٰی کے والد صاحب نے عروہ کے لیے بات کی تھی۔ گھر کا لڑکا ہے، دیکھا بھالا ہے تو ہم چاہ رہے تھے کہ ان کے ساتھ کوئی فیصلہ کر دیں۔ ناہید نے عروہ سے بات کی ہے تو وہ۔" انجم بتانے لگے تو ارمان خاموشی سے سننے لگا۔
"کیا کہا عروہ نے؟" نجانے کیوں یکلخت ارمان کا دل دھڑکا تھا۔
"عروہ راضی نہیں ہے بیٹا۔" انجم سنجیدگی سے بولے۔
"کیوں؟"
"بیٹا تم لوگ دوستوں کی طرح ہو تم اس سے پوچھو شاید تمہیں بتادے۔" انجم اٹھ کر اس کے پاس آ کر بیٹھے اور متفکرانہ انداز سے اس کو کہنے لگے۔
"بابا جان آپ فکر نہ کریں عروہ تھوڑی بے وقوف سی ہے جذباتی ہے اگر آپ مجھ سے مشورہ لے رہے ہیں ناں تو میں یہی کہوں گا کہ عروہ کو وقت دیں، سوچنے کا موقع دیں میں یہ دعوے کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ وہ آپ اور آنٹی کے خلاف نہیں جائے گی۔ لیکن وہ یقیناً ابھی ذہنی طور پر کسی قسم کے فیصلے کے لیے تیار نہیں تو بجائے اس کے اس کو پریشرائز کر کے اس کو باغی کریں اس کو خاموشی اور پیار سے ہینڈل کریں۔" ارمان نے ہمیشہ کی طرح انتہائی خلوص سے کہا تو انجم نے اثبات میں سر ہلا دیا۔
"ہاں بیٹا تم ٹھیک کہہ رہے ہو، ماں باپ کی فکریں الگ ہوتی ہیں۔" انجم قدرے سنجیدگی سے کہنے لگے۔
"میں سمجھ سکتا ہوں بابا جان لیکن تھوڑا سا صبر اور تعاون کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے آپ عروہ کے ساتھ زبردستی اپنی پسند چپکانے کی کوشش کریں گے تو نقصان سب کا ہوگا

تو بہتر نہیں تھوڑا سا صبر سے کام لیا جائے۔'' ارمان ان کے ہاتھ پکڑ کر بولا تو انجم نے اسے دیکھا اور اس کے ہاتھ کو تھپتھپانے لگے۔

''بابا جان۔'' وہ پہلو بدل کر ان کو پکارنے لگا تو انجم چونک گئے۔

''ہاں بیٹا بولو۔'' اس کے بے چینی سے پہلو بدلنے پر انجم سمجھ گئے کہ کوئی گمبھیر بات کہنے لگا ہے۔

''بابا جان ابھی کوئی بھی فیصلہ نہ لیں۔ انتظار کرلیں ان شاء اللہ سب بہتر ہوگا۔'' یک لخت ہی اس نے اپنا ارادہ بدل دیا اور بات کو کسی اور اینگل سے کہہ کر اٹھ کھڑا ہوا تو انجم نے مضطرب نظروں سے اسے دیکھا۔

''مجھے ابھی کچھ کام ہے۔'' اتنا کہہ کر وہ ان کو ورطہ حیرت میں ڈوبا چھوڑ کر باہر نکل گیا اور انجم کی سوچیں کسی اور نہج کی طرف چل پڑیں اور دوسرے دن ارمان یو کے کے لیے روانہ ہوگیا۔

''یار حد ہوگئی قسم سے اب تو بالکل ہمت جواب دے چکی ہے۔'' حیدر کی طرف دیکھ کر بمشکل جمائی روک کر وہ بولا تو حیدر مسکرانے لگا۔

''اب اس طرح تو ہوتا ہے اس طرح کے کاموں میں، بس پندرہ بیس منٹس تک پہنچ جائیں گے پھر ریسٹ کرنا۔''

''چاندی نگر میں سب ٹھیک تھے۔'' آنکھیں بند کرتے ہی حیدر کی آواز اس کی سماعت سے ٹکرائی تو یکلخت اس نے آنکھیں کھول کر اسے دیکھا۔

''سب ٹھیک ہیں انکل سائیں بخش اور تسلیم آنٹی نے تمہارے لیے کپڑے بھیجے ہیں اور بھی بہت سی چیزیں۔'' ارمان مدہم آواز میں بولا تو حیدر نے اسے دیکھا۔

''ماں اور بابا آج بھی یہی سمجھتے ہیں کہ میں نئے کپڑے پہن کر خوش ہوجاؤں گا۔'' حیدر راؤنڈ اباؤٹ سے تیسرے ایگزٹ کی طرف بڑھتے ہوئے بولا تو ارمان بس خاموشی سے اس کو دیکھنے لگا۔ چند پل بعد دوبارہ آنکھیں موند گیا اس وقت کچھ بھی کہنا مناسب نہ تھا اور پھر بیس منٹ بعد وہ آکسفورڈ کی حدوں میں داخل ہوچکے تھے۔

''پھوپو جانی۔'' وہ گھر پہنچے تو فضلاں بی نے ہی دروازہ کھولا تو ارمان ان سے لپٹ گیا۔

''کیسی ہیں آپ؟'' ان کو تھامے وہ اندر کی طرف بڑھا۔

''لیٹ می سی، یقیناً پوری رات جاگ کر گزاری اور کھانا بھی ٹھیک طرح سے نہیں کھایا۔'' حیدر نے اس کو فضلاں بی کے متعلق سب بتادیا تھا اب وہ ان کے سامنے کھڑا تشویش ناک نظروں سے انہیں دیکھ رہا تھا تو فضلاں بی مسکرانے لگی اور شکایتی نظروں سے ارمان کا سوٹ کیس اور بیگ اندر لاتے حیدر کو دیکھا تھا۔

''ویسے پھوپو جانی بہت ناانصافی کرتی ہیں آپ۔'' ان کے ساتھ صوفے پر بیٹھتے ہوئے شکایت کرنے لگا تو وہ مسکرا کر اس کی طرف دیکھنے لگی۔

''سب لوگ ٹھیک تھے پاکستان میں؟'' وہ اپنے مخصوص انداز میں اس سے پوچھنے لگی۔

''ہاں پھوپو جانی سب ٹھیک تھے آپ کو سب بہت یاد کرتے ہیں اور اس دفعہ میں آپ کو ساتھ لے کر جاؤں گا۔'' وہ عزم انداز میں بولا تو فضلاں بی کے چہرے پر ایک سایہ سا لہرانے لگا۔

''تم نے کچھ کھایا نہیں ہوگا ناں، میں چائے بناتی ہوں اور ساتھ کچھ کھانے کے لیے لاتی ہوں پھر تم ریسٹ کرنا۔'' ارمان ریلیکس ہوکر بیٹھا تو فضلاں بی اس سے مخاطب ہوئیں۔

''ہاں پھوپو جانی بھوک تو بہت زوروں کی لگ رہی ہے آپ تو جانتی ہیں ناں جہاز کا کھانا اور اسپتال کے کھانے میں مجھے کوئی فرق محسوس نہیں ہوتا۔'' ارمان اپنی تھکاوٹ کو پس پشت ڈال کر بشاش لہجے میں ان کو بتانے لگا تو فضلاں بی ہنسنے لگی حیدر کے چہرے پر بھی مسکراہٹ تھی۔

''حیدر بیٹا آپ نے تو ناشتہ کرنا ہے ناں؟'' فضلاں بی حیدر سے پوچھنے لگی۔

''فی الحال صرف چائے، ناشتے کا ابھی موڈ نہیں ہے ایئر پورٹ پر میں نے سینڈوچ کھالیا تھا۔'' ارمان صوفے

کے کشن کو ایک سائیڈ پر رکھ کر لیٹ گیا اور فضلاں بی کچن کی جانب بڑھ گئی۔

"ہاں یار اب بتا کیا نئی تازی ہے؟ جاب کیسے جا رہی ہے اور اسٹڈیز۔"

"سب خیر خیریت ہے، جاب اچھی جا رہی ہے پچھلے ہفتے پروموشن ہوئی ہے اور اسٹڈیز۔"

"کیا کہا پروموشن اور اب بتا رہا ہے؟" ارمان اٹھ کر بیٹھا تو حیدر کھسیانا سا ہنس دیا۔

"میں نے سوچا آ جاؤ گے تو سرپرائز دوں گا۔" حیدر، اپنے پروموشن کی خبر کو عام سی بات سمجھ رہا تھا لیکن ارمان کے ری ایکشن نے اس کو اندر تک شرمندہ کر دیا کہ اس کو واقعی بتانا چاہیے تھا ارمان نے باقاعدہ اس کو گلے لگا کر کامیابی کی مبارکباد دی تو حیدر خاموش ہو گیا۔

"اور اسٹڈیز، اب اگر یہ کہا ناں کہ اسٹڈیز میں ٹاپ کیا ہے تو مرنے کے لیے تیار ہو جانا۔" ارمان صوفہ پر واپس بیٹھتے ہوئے ہنس کر کہا۔

"نہیں ابھی ٹاپ نہیں کیا، بس دو ٹیسٹ باقی ہیں ان کے رزلٹ پر امید ہے کہ ٹاپ ہی ہوگا۔" حیدر خوش دلی سے مسکراتے ہوئے بولا۔

"کیا بات ہے کس کو مارا جا رہا ہے۔" فضلاں بی چھوٹی سی ٹرالی گھسیٹتے ہوئے اندر داخل ہوئی تو حیدر یکلخت اٹھ کھڑا ہوا اور ان کے ہاتھ سے ٹرالی لے لی، بسکٹ، فروٹ کیک، ویجی ٹیبل نوڈلز، فرائیڈ چکن، فنگر چپس، گرین سوس، ڈرنکس چائے ارمان کے ساتھ ساتھ حیدر کا بھی دل للچانے لگا۔

"واؤ پھوپو جانی، اتنا کچھ بنا لیا وہ بھی صرف آدھے گھنٹے میں؟ ماشاء اللہ بہت سگھڑ ہو گئی ہیں آپ تو۔" وہ بھی جانتا تھا کہ سب تیاری پہلے کر چکی تھیں لیکن پھر بھی ان کی تعریف کرنے لگا۔

"پھوپو جانی آپ نے بھی نہیں بتایا کہ حیدر کی پروموشن ہو گئی ہے۔" چائے میں شوگر مکس کرتیں فضلاں بی نے چونک کر ارمان اور پھر حیدر کو دیکھا تھا جس کی نظریں جھکی ہوئی تھیں۔ ارمان نے پل بھر میں جانچ لیا کہ حیدر نے فضلاں بی کو بھی بے خبر رکھا ہوا تھا۔

"بیٹا حیدر نے کہا تھا کہ وہ خود تمہیں بتائے گا اور میں سرپرائز خراب نہ کروں۔" فضلاں بی واقعی بے خبر تھیں لیکن کمال مہارت سے بات کو سنبھالا تھا حیدر نے چونک کر انہیں دیکھا تو اس کی طرف اٹھتیں ان کی نظروں میں بے تحاشہ شکایتیں مچل رہی تھیں ارمان نے مسکرا کر دیکھا۔

"ویسے اب تو سرپرائز مل گیا ناں، اصولی طور پر مٹھائی کا حق تو بنتا ہے ناں۔" ارمان کھل کر مسکرایا تھا۔

"ہاں کیوں نہیں۔" دوسرے پل فضلاں بی اٹھ کر کچن کی طرف بڑھ گئی۔

"حد ہے یار، تم آج تک ہمیں نہ سمجھے، اس قابل بھی نہ سمجھا کہ اپنی کوئی خوشی، کامیابی ہمارے ساتھ یا کم از کم پھوپو جانی کے ساتھ تو شیئر کرتے۔" ویجی ٹیبل نوڈلز کو پلیٹ میں ڈالتے ہوئے ارمان نے اچھے خاص ترش انداز میں اس کو ڈانٹا تو حیدر لب بھینچ کر رہ گیا۔

"نہیں یار ایسی بات نہیں ہے، بس یوں ہی نہیں بتا سکا۔" حیدر نادم تھا۔

"اس وقت مٹھائی تو نہیں لیکن یہ چاکلیٹس ہیں جن سے منہ میٹھا کیا جا سکتا ہے۔" اس سے پہلے کہ حیدر مزید اپنی صفائی میں کچھ کہتا، ارمان کے الزامات کو غلط ثابت کرتا فضلاں بی ارمان کے من پسند چاکلیٹس کا باکس لے کر آ گئی اور سب سے پہلے حیدر کا منہ میٹھا کرانے لگی اور وہ مزید شرمندگیوں میں گھرنے لگا جبکہ ارمان خاموش شکایتی نظروں سے مسلسل اس کو گھور رہا تھا۔

❀……❀……❀
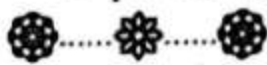
میں اس حصار سے نکلوں تو اور کچھ سوچوں
تمہارے پیار سے نکلوں تو اور کچھ سوچوں
تمہاری گلی کے علاوہ بھی اور رستے ہیں
جو اس دیار سے نکلوں تو اور کچھ سوچوں
تمہارے ہجر کی صدیاں، تمہارے وصل کے دن
میں اس شمار سے نکلوں تو اور کچھ سوچوں

اسے یو کے آئے تقریباً پانچ مہینے ہو چکے تھے اس

دوران وہ مسلسل حیدر اور فضلاں بی کی دلجوئی کر رہا تھا وہ دونوں ساتھ رہنے کے باوجود اجنبی ماحول کے باسی تھے دونوں ایک دوسرے کا بہت خیال رکھتے تھے لیکن دونوں ہی ایک دوسرے سے میلوں کے فاصلے پر تھے دس سال سے فضلاں بی اور حیدر قیدیوں کی طرح زندگی گزار رہے تھے۔

اس ساری کوشش کے باوجود ارمان وہ ایک جھلک، وہ لہجہ، اجنبیت سے بھرپور انداز اور ان آنکھوں کی چمک کو فراموش نہ کر پایا تھا وقتاً فوقتاً وہ آنکھوں کو بند کر کے اپنی میموری میں سیو اس کی جھلک دیکھا کرتا تھا کبھی مسکراہٹ چہرے کا احاطہ کر لیتی اور کبھی رگ و پے میں عجب سی انجانی سی بے چینی گھر کرنے لگتی تھی۔ اس پل بھی آنکھیں موندے وہ اسکول کے آفس میں چائے کا کپ پکڑے اپنے اردگرد پھیلی اس کی خوشبو کو اپنے بہت پاس محسوس کر رہا تھا۔ نجانے کتنی دیر یوں ہی گزر جاتی کہ مسلسل بج بج کر بند ہوتے موبائل پر ان گنت آئے میسج کی ٹون نے اس کی سوچوں کے تسلسل کو منتشر کیا تھا بدمزہ ہو کر آنکھیں کھولی اور موبائل اسکرین پر ایک ایک منٹ کے وقفے کی لاتعداد کالز اور میسجز پر چونک گیا۔

''خیریت؟'' دوسرے پل اس نے رپلائے کا آپشن آن کیا اور ایک لفظ لکھ کر سینڈ کا بٹن پش کر دیا۔

''تم کہاں ہو؟'' میسج ڈیلیور ہوتے ہی اس کی کال آئی اور اس کو ریسیو کرنی پڑی حالانکہ اس لمحے کھلی آنکھوں کے باوجود وہ ذہنی طور پر اسکول کے آفس میں ہی تھا۔

''کیوں کیا ہوا؟'' وہ گہرا سانس لے کر حواس کو بحال کرنے لگا تھا۔

''اگر تمہارے ''کیا ہوا'' کا جواب میں ''تمہارا سر'' دوں ناں تو بالکل بھی غلط نہیں ہوگا۔'' وہ اپنے مخصوص نروٹھے تیز لہجے میں بولی تو وہ کوشش کے باوجود بھی نہ مسکرا سکا۔

''کہہ تو دیا ہے اب فرماؤ کیا ہوا۔'' وہ جھنجلایا تھا۔

''تم نے جاتے جاتے بابا جان سے کیا کہا تھا۔'' وہ مشکوک انداز میں اس سے استفسار کرنے لگی۔

''کس بارے میں؟'' وہ ناسمجھی کا تاثر دینے لگا۔

''میرے بارے میں۔'' وہ تیزی سے بولی۔

''بس یہی کہ تم بہت بے وقوف ہو اور تمہیں۔''

''کیا...... کیا کہا تم نے یہ کہا تھا کہ میں بے وقوف ہوں؟'' اس کی بات پوری ہونے سے پہلے ہی عروہ چیخی تھی تو وہ بے ساختہ ہنسا۔

''کیوں بابا جان نے کیا بتایا تمہیں؟'' اب وہ اسے تنگ کرنے لگا تھا۔

''بابا جان نے تو کچھ نہیں بتایا ہاں مما نے ضرور کچھ پوچھا ہے۔'' وہ تجسس آمیز انداز میں بولی تو وہ چونک گیا۔

''کیا، کیا پوچھا ہے۔''

''میں نے تمہیں کہا تھا کہ بابا جان کو اپنے اس سیریل سے دوست کے بارے میں بتانا۔'' عروہ اچھے خاصے تپے انداز میں اس سے مخاطب ہوئی۔

''ہاہاہا سیریل نہیں۔ عجیب و غریب۔''

''ہاں...... ہاں وہی...... تو تم نے بتایا تھا؟''

''نہیں اس وقت مناسب نہیں لگا تھا میں نے سوچا تھا کہ ایک بار حیدر سے فیس ٹو فیس بات کر لوں یہ نہ ہو میں بابا جان سے بات کروں اور یہ مسٹر یہاں کیسی گوری میم کی زلفوں کے اسیر ہو چکے ہوں اور لینے کے دینے نہ پڑ جائیں۔'' ارمان بشاش انداز میں اس کو چھیڑنے لگا تھا۔

''شرم تو نہیں آتی ویسے اور ضرورت کیا تھی آدھی ادھوری بات کی؟'' عروہ اس کو ڈپٹنے لگی۔

''کیا مطلب کون سی آدھی ادھوری بات۔'' وہ واقعی حیران ہوا تھا۔

''مما نے پوچھا ہے کہ کہیں ارمان تو تم میں انٹرسٹڈ نہیں ہے اس لیے اس نے بابا جان کو منع کیا ہے امیر مرتضیٰ کے لیے۔''

''کیا بکواس کر رہی ہو بابا جان ایسا کیسے سوچ سکتے ہیں اور تم نے کیا کہا؟'' وہ واقعتاً تلخ ہوا تھا۔

''تم میرے لیے الزام بن گئے ہو ارمان صدیقی۔''

''تو تم اس الزام کو غلط ثابت کردو عروہ۔'' وہ اپنے اطمینان کو برقرار رکھنے کی کوشش کے بعد اس سے کہنے لگا۔

”میری وجہ سے اپنی خوشیاں داؤ پر نہ لگاؤ مجھے یہ منظور نہیں ہے۔“ ارمان تھکے تھکے لہجے میں بولا۔

”تم چاہتے ہو میں جھوٹ بولوں؟“ وہ یقیناً اسے زچ کر رہی تھی۔

”نہیں میں چاہتا ہوں کہ تم سچ بولو، اپنے آپ کو پہچانو اپنے دل کو ٹٹولو، دیکھو وہاں کون ہے؟“ وہ انتہائی برداشت کا مظاہرہ کر رہا تھا۔

”تم نہیں ہو، ورنہ عروہ صدیقی اتنی خاموشی سے ہار ماننے والوں میں نہیں ہے۔“ وہ مسکراتے ہوئے بولی تو ارمان کے دل میں اطمینان گھر کرنے لگا۔

”تم جانتی ہو ناں ہمارا رشتہ ایک دوسرے کی خوشیاں برباد کرنے کا نہیں ہے حالات اپنے کنٹرول میں کرنا عروہ امیر مرتضیٰ نہیں حیدر کو وہ مقام دو جو تمہیں سچی خوشیوں سے نوازے ارمان صدیقی کو اپنے لیے الزام نہ بناؤ حیدر کو سپورٹ کرو، وہ بہت اکیلا ہے۔“ ارمان اب رسان سے اس کو سمجھانے لگا۔

”تم اسے بتاؤ وہ تمہارے لیے کیا ہے۔“ ارمان مزید بولا تو عروہ زیرلب مسکرائی۔

”تم ہرٹ نہیں ہوئے کہ میں نے تمہیں ریجیکٹ کر دیا ہے۔“ عروہ اب مسکراہٹ کے ساتھ پوچھنے لگی تو ارمان اپنا بے ساختہ قہقہہ روک نہ سکا عروہ نے تیکھی نظروں سے ایئر پیس سے ابھرتے اس قہقہے کو گھورا۔

”ہرٹ تو ہوا ہوں لیکن ہماری دوستی ایسی ہے کہ تم نے مجھے ریجیکٹ کر بھی دیا ناں تب بھی میں خاص ہوں اور تم بہت قیمتی۔“ ارمان لفظوں سے سامنے والے کو اسیر کرنے کے ہنر سے واقف تھا۔

”ہاہاہا...... ڈرامے باز، ویسے حیرت کی بات ہے کہ حیدر علی شاہ آج صرف حیدر کیوں ہوگیا۔“ عروہ نے اس کے حیدر علی شاہ کی بجائے صرف حیدر کہنے کو نوٹ کیا تھا۔

”یہ سوال جس کے بارے میں ہے وہی بہتر جواب دے سکتا ہے میرے موبائل پر کال آ رہی ہے اس لیے پھر بات کرتا ہوں۔“ ارمان موبائل اسکرین کو دیکھتا ہوا اسے کہنے لگا تو عروہ نے بھی اللہ حافظ کہہ کر فون بند کر دیا تھا اور ارمان دوسری کال اٹینڈ کرنے لگا۔

”ہاں یار بول کیا حال ہیں، اور کہاں غائب ہو گئے ہو؟“ اشعر اس کے کال ریسیو کرتے ہی قدرے تیز لہجے میں اس سے استفسار کرنے لگ۔

”بس یار ادھر ہی ہوں کہاں جانا ہے۔“ وہ قدرے اکتاہٹ سے بولا تو اشعر کے انداز نے چونکا دیا۔

”تو سنا پاکستان میں تو سب خیریت ہے نا؟“

”ہاں الحمدللہ سب خیریت ہے۔“

”کیا نئی تازی ہے؟“ ارمان اب دبے لفظوں میں جو جاننا چاہ رہا تھا اشعر بخوبی سمجھ رہا تھا۔

”کچھ ہے تو لیکن اتنا خوش کن نہیں ہے۔“ اشعر گہرا سانس لے کر بولا تو یکلخت ارمان کی دھڑکن تیز ہوئی۔

”کیا ہوا جلدی بتا۔“ ارمان تیزی سے بولا۔

”تمہارے یوکے جانے کے بعد میں نے بسمہ سے کہا تھا کہ رانیہ کے اسکول میں اس مس سے رابطہ کرے تو ایسا ہی ہوا بسمہ نے جان پہچان کر لی اس کی شادی ہو چکی تھی۔“ اشعر بولا تو ارمان کو اپنا سانس رکتا محسوس ہوا، یک دم اس نے خود کو سنبھالا۔

”تھی، کیا مطلب؟“ اس کے الفاظ پر ارمان چونکا تھا۔

”ہاں رخصتی نہیں ہوئی اور۔“

”اور۔“ اشعر لہجہ بھر رکا تو ارمان تیزی سے بولا۔

”اس کے شوہر کی ایک ایکسیڈنٹ میں ڈیتھ ہو گئی ہے۔“ اشعر سانس لے کر بولا۔

”واٹ...... اونو...... بہت افسوس ہوا۔“ ارمان بمشکل خود کو سنبھال کر بولا تھا۔

”کس بات کا۔“ اشعر بے اختیار پوچھ بیٹھا۔

”اس کے شوہر کی ڈیتھ کا۔“ وہ فقط اتنا ہی کہہ سکا تھا۔

”مس خوش بخت آج کل یوکے میں ہیں۔“ اشعر کی اطلاع نے ارمان کی دھڑکنوں میں ایک انتشار پیدا کر دیا۔

”ریئلی، کہاں پر کون سے سٹی میں۔“ ارمان اپنی بے چینی پر قابو پا کر اس سے پوچھنے لگا۔

"بات تو سچ ہے لیکن یہ نہیں پتا کہ کہاں گئی ہیں اور نہ یہ خبر ہے کہ کیوں گئی ہیں۔" اشعر واقعی ناواقف تھا لیکن ارمان مزید بے چین ہوگیا، اس نے کبھی سوچا بھی نہ تھا کہ اتنا کچھ ہوسکتا ہے۔

"یار پلیز کسی بھی طرح پتا کرنا کہ کون سے سٹی میں ہے۔" ارمان منت بھرے لہجے میں اس سے کہنے لگا۔

"یہ تھوڑا سا مشکل تو ہوجائے گا لیکن میں بسمہ سے کہتا ہوں کہ کہیں سے پتا کرے۔" اشعر کے پرامید لہجے نے ارمان کو قدرے ریلیکس کردیا۔

"اوکے میں انتظار کروں گا۔" وہ مدھم انداز میں بولا اور پھر چند ادھر اُدھر کی باتوں کے بعد کال بند کردی گئی۔

"مس خوش بخت۔" آنکھیں بند کرتے ہی اس نے زیرلب یہ نام دہرایا جس کو اشعر کی باتوں کے دوران اس نے بظاہر انتہائی سرسری انداز سے سنا تھا اس لمحے وہ اپنے احساسات اور جذبات کو سمجھ نہیں پا رہا تھا انسانی ہمدردی یا کوئی دلی لگاؤ، کون سا جذبہ اس لمحے اس کو بے چین کررہا ہے وہ اس کا جواب اپنے آپ کو بھی نہیں دے پا رہا تھا لیکن دل جیسے کسی مٹھی میں بھینچا ہوا تھا۔

❁ .... ❁ .... ❁

"بیٹا کبھی کبھی کچھ کہنا جتنا آسان ہوتا ہے ناں اس پر عمل کرنا اتنا ہی کٹھن، مان ٹوٹ جائے، اعتبار ختم ہوجائے ناتو پھر رشتوں کی اہمیت بھی ختم ہوجاتی ہے۔"

"پھوپو جانی محبت کے رشتے اتنی آسانی سے نہیں ٹوٹے جاتے، ایک روٹھ جائے تو دوسرے کو منانا چاہیے نا؟" ارمان پچھلے پانچ ماہ سے فضلاں بی کو پاکستان واپس جانے کے لیے راضی کرنے کی کوشش کررہا تھا اور وہ مسلسل انکاری تھیں۔

"جب کوئی منانے کا حق چھین لے تو پھر؟" وہ یاسیت آمیز لہجے میں اس کی طرف دیکھ کر اس سے پوچھنے لگی۔

"پھوپو جانی محبت میں حق چھینے نہیں جاتے جتائے جاتے ہیں اور پھوپو جانی جب دلوں کے تار جڑے ہوں ناں تب انا کو ریت کی دیوار کی طرح ہونا چاہیے جو ہلکی سی مسکراہٹ یا ذرا سی ندامت پڑھ کر سارے منظر کو واضح کرکے ہر طرف قوس وقزح کے رنگ بکھیر دے نہ کہ انا کو سیمنٹ کی دیوار بن جانا چاہیے کہ جوڑھے جانے میں بھی وقت لگائے اور پھر اپنے کھردرے پن سے محبت کو بھی میلوں کی دوری پر رکھے۔" ارمان آج پھر پوری تیاری کے ساتھ ان کو گھیرے بیٹھا تھا فضلاں بی نے متغیر نظروں سے اسے دیکھا لیکن بولی کچھ نہیں۔

"پھوپو جانی پچھلے دس سال سے آپ بن باس کاٹ رہی ہیں آپ کی غلطی اتنی بڑی نہیں جتنی زیادہ آپ سزا کاٹ رہی ہیں آپ کی معمولی سی پیش قدمی آپ کو آپ کا مقام واپس دلاسکتی بھی لیکن آپ؟"

"تم بھی یہی سمجھتے ہو نا میری غلطی ہے۔" فضلاں بی آبدیدہ لہجے میں بولی۔

"نہیں پھوپو جانی۔" ارمان ان کی طرف دیکھ کر بولا۔

"آپ کی غلطی صرف اور صرف ہر طرف سے قطع تعلقی کی ہے اس کے علاوہ آپ کی کوئی غلطی نہیں۔" ارمان ان کو گلٹ سے نکالنے کی کوشش کررہا تھا۔

"تم نہیں سمجھ سکتے بیٹا۔"

"پھوپو جانی رابطے رشتوں میں پھیلی اجنبیت کو ختم کردیتے ہیں۔ آپ نے خود اپنے آپ کو سزا دی ہے انکل وجاہت لاکھ ضدی سہی ہزاروں برائیاں ہوں گی ان میں لیکن یہ بھی تو سچ ہے ناں کہ آپ دونوں کے درمیان بہت محبت تھی محبت ہے۔" ارمان ان کی آنکھوں میں دیکھ کر بولا۔

"تم چائے پیو گے۔" اس کی ہر بات کو نظر انداز کر کے فضلاں بی اٹھنے لگی۔

"نہیں۔" وہ ان کا ہاتھ پکڑ کر بولا تو وہ دوبارہ بیٹھ گئیں۔

"یہ بھی ایک غلطی ہے آپ کی۔" ارمان مسکرا کر بولا تو فضلاں بی نے متعجب نظروں سے اسے دیکھا۔

"ضروری نہیں کہ خاموشی ہر مسئلے کا حل ہو، نظریں چرا لینا اور واک آؤٹ کرجانا ہر دفعہ فائدہ مند نہیں ہوتا ہے کچھ مسئلے ایسے ہوتے ہیں جن کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر جنگ کی جاتی ہے۔ اس وقت آپ بھاگ نہیں سکتی

ہیں پھوپو جانی کیونکہ میں ارمان صدیقی ہوں وجاہت علی شاہ نہیں۔'' ارمان شریر انداز میں کالر جھاڑتے ہوئے بولا تو فضلاں بی کے چہرے پر مسکراہٹ بکھر گئی۔

''ماشاء اللہ بہت بڑی بڑی باتیں کرنے لگے ہو۔'' فضلاں بی نے قدرے سنجیدگی سے کہا تو ارمان ہنس دیا۔

''بس پھوپو جانی کیا کریں حالات نے وقت سے پہلے بڑا کردیا ورنہ ابھی تو ہماری گلی ڈنڈا کھیلنے کی ہی عمر ہے۔'' ارمان مصنوعی آنسو صاف کرنے لگا۔

''خدا خیر کرے ایسے کون سے حالات پیدا ہوگئے جو گلی ڈنڈا کھیلنے کی عمر میں اتنے گمبھیر صورت حال کا شکار ہوگئے۔'' فضلاں بی اس کے ان آنسوؤں سے بالکل بھی متاثر نہ ہوئی تھی۔

''بس پھوپو جانی نہ پوچھیں، زندگی بہت مشکل ہے لیکن آپ اس وقت کے موضوع کو بدلنے کی جو کوشش کر رہی ہیں ناں اس میں آپ کی کامیابی صفر ہے۔'' ارمان نے انہیں دیکھ کر کہا تو فضلاں بی اس کی چالاکی اور زیرک نظری کی قائل ہونے لگی۔

''پھوپو جانی چاندی نگر کو آپ کی ضرورت ہے، وہاں کوئی ہے جو ہر آہٹ پر چونک جاتا ہے کہ کہیں آنے والا وہ انسان تو نہیں جس کے دم سے زندگی کا ہر پل بہار ہوا کرتا تھا'' ارمان، فضلاں بی کے ہاتھ کو پکڑ کر ان سے کہنے لگا تو آنکھوں کی نمی کو اپنے اندر جذب کرتی فضلاں بی نے انتہائی بے بسی سے اسے دیکھا تھا لیکن ہونٹوں پر چپ کی مہر ثبت تھی۔

''پھوپو جانی کوئی شک نہیں وجاہت انکل نے بہت زیادتی کی ہے آپ کا جرم اتنا بڑا نہ تھا کہ آپ کو اپنی زندگی سے ہی بے دخل کردیا جائے لیکن پھوپو جانی کچھ ضد تو آپ نے بھی کی ناں، اگر آپ یہاں آکسفورڈ آجانے کے بجائے صدیقی مینشن چلی جاتی تو شاید معاملات اتنے نہ بگڑتے۔ اجنبیت کی دیواریں اتنی اونچیں نہ ہوتیں۔ نہ آپ اپنوں کے لیے ترستی اور نہ ہی حیدر۔''

''تم مجھے الزام دے رہے ہو۔'' فضلاں بی ضبط کے باوجود اپنی پلکوں کو گیلا ہونے سے نہ بچا سکیں۔

''نہیں پھوپو جانی بالکل بھی نہیں، میں نے آپ کے بھائیوں کو آپ کے لیے پریشان دیکھا۔ چاندی نگر میں چھائی ویرانی کو بھی محسوس کیا ہے کسی کو اپنی ماں کی آغوش کے لیے در بدر بھٹکتے بھی دیکھا ہے کسی کی آنکھوں میں پچھتاوا بھی دیکھا ہے۔'' ارمان مزید بولا تو فضلاں بی نے تڑپ کر اسے دیکھا دس سال سے وہ بھی تو اپنوں کے لیے ترس رہی تھیں۔

''بیٹا میرے لیے یہ سب سہنا آسان نہیں تھا نہ ہی آسان ہے لیکن میں اس وقت اگر صدیقی مینشن چلی جاتی ناں تو بہت سے ارمان بھی ٹوٹ جاتے۔'' فضلاں بی پھیکی مسکراہٹ کے ساتھ اس سے کہنے لگی۔

''آپ کو ہم سب کی محبت پر اعتبار نہیں تھا کیا؟'' وہ شکوہ کناں لہجے میں ان سے پوچھنے لگا۔

''اعتبار تھا بہت اعتبار تھا لیکن دوبارہ صدیقی مینشن میں قدم رکھنا ایک بہت کڑی آزمائش ثابت ہوتا۔'' فضلاں بی نے اپنا خدشہ ظاہر کیا تو ارمان نے حیرت سے انہیں دیکھا۔

''شاید آپ صحیح کہہ رہی ہیں پھوپو جانی لیکن اب وہ وقت آگیا ہے جب ساری آزمائش ختم ہوجائیں آپ کے صبر کا پھل ملنے کا وقت آگیا ہے جانی۔'' ارمان پرجوش انداز میں بولا تو فضلاں بی کو اس پر بے تحاشہ پیار آیا۔

''پھوپو جانی حیدر بہت گلٹی فیل کرتا ہے، بہت تنہائی بھی۔ وہ یہ سمجھ رہا ہے کہ اس کی وجہ سے آپ اور وجاہت انکل کے درمیان فاصلے آئے ہیں۔''

''نہیں یہ سچ نہیں ہے۔ میں نے حیدر کو متعدد بار یہ کہا ہے کہ اس میں اس کا کوئی قصور نہیں ہے، وہ اپنے آپ کو مجرم نہ سمجھے۔''

''ہاں پھوپو جانی آپ کی طرح وہ بھی اپنے آپ کو سزا دے رہا ہے۔'' ارمان بولا تو فضلاں بی نے متعجب نظروں سے اسے دیکھا۔

''کیا مطلب؟''

''وہ بھی ہر طرف سے لاتعلق ہے پھوپو جانی، ترس رہا ہے اپنوں کے لیے لیکن زبان پر ایک لفظ تک نہیں لاتا بہت سی نئی منزلیں ہیں جو اس کی منتظر ہیں لیکن اس میں اتنی ہمت نہیں کہ ان رشتوں پر قدم بڑھا سکے۔'' فضلاں بی کی سمجھ میں ارمان کی باتیں نہیں آرہی تھی۔

''کیا مطلب کون سی منزلیں، کن راستوں کی بات کر رہے ہو؟'' فضلاں بی نے اپنی الجھن ظاہر کی۔

''پھوپو جانی جہاں آپ نے اپنوں کو چھوڑا ہے وہاں حیدر نے یہ قربانی دی ہے اگر آپ سے آپ کی اولاد کو چھین لیا گیا تو حیدر بھی ماں باپ کے سائے سے محروم ہوا ہے۔ پھوپو جانی اگلا قدم اب آپ نے اٹھانا ہے۔ اب فیصلہ آپ کا ہے۔ ناکردہ گناہوں کی سزا سب بھگت رہے ہیں اپنی اپنی زندگی میں ہر کوئی تنہا ہے۔ یہ تنہائی تاعمر رہے گی اب بس آپ کو فیصلہ کرنا ہے۔'' ارمان کا آج کا لیکچر ختم ہو رہا تھا اور فضلاں بی مسلسل اس کو دیکھے جارہی تھی۔

''میں پھر بات کرتا ہوں پھوپو جانی ابھی ذرا کام سے جانا ہے۔'' ان کو اسی طرح سوچ میں ڈوبا چھوڑ کر ارمان وہاں سے اٹھ گیا تھا اور دس سال میں پہلی بار فضلاں بی کے دل میں ایک ہلچل سی مچ رہی تھی۔

❁ ❁ ❁

زندگی میں ایسے لمحات بھی آتے ہیں جب ہم ایسی بے بسی کا شکار ہو جاتے ہیں کہ نا چاہتے ہوئے بھی ان لوگوں کا دل دکھانے لگتے ہیں جو ہماری خوشی کے سوا ہم سے اور کسی چیز کے طالب نہیں ہوتے ہیں ہم ایسے دوراہے پر آکھڑے ہوئے ہیں کہ اپنوں کے خلوص کی قدر محسوس کرنے کے باوجود اظہار سے اجتناب برت کر ان کو اپنے آپ سے دور کرنے لگتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ہم صحیح کر رہے ہیں۔

''دیکھ یار میں جانتا ہوں کہ تم کچھ نہیں کرسکتے۔ لیکن ہماری کوشش ہی وہ ہتھیار ہے جو ہمیں کامیابی کی امید دلاتی ہے۔'' موٹر وے پر اسپیڈ بڑھاتے حیدر نے ایک نظر اپنے ساتھ بیٹھے ارمان کو دیکھا تھا۔

''میں کیا کوشش کروں، میم' کو ہر وقت کہتا ہوں کہ وہ واپس جائیں لیکن وہ ہر بات کو درگزر کر دیتی ہیں اور جب تک وہ اپنی دنیا میں واپس نہیں لوٹ جاتیں وہ خوشیاں جو میری زندگی سنوارنے کے لیے ان سے روٹھ چکی ہیں ان کو واپس نہیں مل جاتیں ہیں کوئی کوشش کیسے کرسکتا ہوں؟'' حیدر اپنے بخصوص دھیمے لہجے میں بولا۔

''پھوپو جانی کو ان کی دنیا میں واپس بھیجنے کی کوشش کرو گے تو تمہاری خوشیاں خود بخود تمہارے دامن میں آگریں گی۔'' ارمان پر زور انداز میں اس کو بھی قائل کرنے لگا۔

''بہت دفعہ کوشش کی ہے لیکن میم' کسی بات کا جواب نہیں دیتی ہیں۔'' حیدر مایوسی سے بولا۔

''یار تم دونوں ہی یہاں خوش ہو تو رہو، ہمارا ہی دماغ خراب ہے جو ہر وقت مغز ماری کرتے رہتے ہیں۔'' یک دم ہی ارمان غصہ ہوا تھا حیدر نے چونک کر اسے دیکھا۔

اس وقت وہ دونوں بریڈفورڈ جارہے تھے۔ حیدر کے کسی دوست کی شادی کی تقریب میں ارمان نے بمشکل اپنے آپ کو کمپوز کر رکھا تھا بہت دن ہوگئے تھے اور ابھی تک اشعر کی طرف سے اس کو مزید کوئی اطلاع نہیں ملی تھی تو بے قراری اور ٹینشن حد سے سوا ہونے لگی تھی اور مسئلہ یہ بھی تھا کہ وہ کسی سے شیئر بھی نہیں کرسکتا تھا۔

''خیریت؟'' حیدر نے متعجب نظروں سے اسے دیکھا۔

''کچھ دنوں سے دیکھ رہا ہوں تم کچھ اپ سیٹ ہو؟'' حیدر کی آبزرویشن پر ارمان نے اسے دیکھا۔

''نہیں ایسی بات نہیں بس کچھ تھکاوٹ ہے۔'' ارمان نے دونوں ہاتھوں سے بالوں کو سیٹ کرتے ہوئے کہا تو حیدر نے گہرا سانس لیا اور ساتھ ہی سائن بورڈ پر نظر ڈالی تو سروس پانچ میل کے فاصلے پر تھی کچھ دیر بعد سروس کی پارکنگ میں گاڑی پارک کرتے ہوئے اس نے ارمان کی طرف دیکھا جو حیرت سے اسے دیکھ رہا تھا۔

''یار میں نے سوچا ذرا فریش ہو جائیں تم بھی تھکے ہوئے ہو تو کافی لے آتا ہوں۔'' حیدر نے مسکرا کر اس کی

سوالیہ نظروں کو دیکھ کر کہا تو ارمان بھی مسکرانے لگا۔

"اوکے تم لے آؤ میں ادھر ہی ذرا تازہ ہوا میں فریش ہوجاؤں گا۔" ارمان گاڑی سے باہر نکل کر اس سے کہنے لگا تو حیدر نے اثبات میں سر ہلایا اور شاپس کی طرف بڑھ گیا۔

"کچھ دیر بعد وہ دوبارہ گاڑی میں آ بیٹھا ابھی تک حیدر واپس نہیں آیا تھا اور خلاف عادت وہ گاڑی میں اِدھر اُدھر جھانکنے لگا۔ اگنیشن میں کی لگی تھی تو اس نے گاڑی اسٹارٹ کر کے سی ڈی پلیئر آن کر دیا کہ اس کو موبائل پر میسجز کے الرٹ کے ٹونز نے چونکا دیا۔ اس کے موبائل کی اسکرین کسی بھی میسج سے ناپید تھی یک دم اس نے ڈرائیونگ سیٹ کی سائیڈ پر رکھے موبائل کو دیکھا اور اسکرین پر آئے میسج نے جہاں اس کی حیرت میں اضافہ کیا وہاں یکلخت اس کے موڈ کو بھی فریش کر دیا اکیلے ہونے کے باوجود وہ کھلکھلا کر ہنسا تھا۔ جب ہی حیدر بھی آتا نظر آ گیا تھا۔

"یہ لے یار تمہاری کافی، اور یہ میرا ڈرنک۔" حیدر نے ساری چیزیں اس کو پکڑا کر ڈرائیونگ سیٹ سنبھال لی اور دوسرے لمحے اپنے موبائل کو دیکھا ارمان کن انکھیوں سے اسے دیکھ رہا تھا اس نے ڈھیر سارے میسجز میں ڈرائیونگ لکھ کر سینڈ کر دیا اور ریلیکس انداز میں دوبارہ ڈرائیونگ کی طرف متوجہ ہو گیا جبکہ ارمان مسلسل زیر لب مسکرا رہا تھا۔ نہ حیدر نے اپنے موبائل پر آئے میسج کا تذکرہ کیا نہ ہی ارمان نے اس بابت انکوائری کرنا مناسب سمجھا۔

"عروہ کی بچی تجھے تو میں پوچھوں گا، مجھے ڈبل کراس کی کوشش خاصی مہنگی پڑے گی تمہیں۔"

کافی کا سپ لیتے ہوئے ارمان من ہی من میں عروہ سے مخاطب ہوا۔

"دھیان سے ڈرائیونگ کرنا، بریڈفورڈ پہنچ کر بتا دینا کچھ کھا پی بھی لینا۔" اور بھی نہ جانے کون کون سی ہدایات، ارمان تو یقین کرنے سے قاصر تھا کہاں وہ عروہ جو مان ہی نہیں رہی تھی اور کہاں اب اتنی کیئرنگ ارمان نے حیدر کو دیکھا جو بہت ریلیکس انداز میں ڈرائیونگ کر رہا تھا چہرے پر آسودہ تاثرات ماتھے سوچ لکیر کا شائبہ تک نہ تھا اس سے پہلے کہ حیدر اس کی طرف متوجہ ہوتا اس نے نظریں پھیر لیں اور دوسرے پل اپنا موبائل نکال کر ایک نمبر ڈائل کرنے لگا۔

"ہیلو السلام علیکم بڑے بے مروت ہیں یہ حسن والے۔" دوسرے طرف سے کال ریسیو ہوتے ہی ارمان بولا تو حیدر نے بھی چونک کر اسے دیکھا۔

"ان سے دل لگانے کی کوشش نہ کرنا، وعلیکم السلام۔" برجستہ جواب پر ارمان کا بے ساختہ قہقہہ پل بھر میں حیدر پر واضح کر گیا کہ دوسری طرف کون ہو سکتا ہے۔

"کیسی ہو اور کہاں غائب ہو۔" ارمان نے کن انکھیوں سے حیدر کو دیکھا جس کے چہرے پر پھیلی ہلکی سی سرخی اس کی تیز ہوتی دھڑکنوں کو ارمان کی زیرک نظروں سے پوشیدہ رکھنے میں ناکام تھی۔

"میں تو وہیں ہوں جہاں تم مجھے چھوڑ کر گئے تھے لیکن تم شاید وہاں نہیں ہو جہاں گئے تھے۔" عروہ کی حاضر جوابی اور شوخی اس کی داستان کو عیاں کر رہی تھی جو ارمان کے لیے نہایت تسلی بخش چینج تھا۔

"ہم میرا مطلب ہے میں اور حیدر بریڈفورڈ جا رہے ہیں، تمہاری ایک بات یاد آئی تو سوچا کال کر لوں۔" ارمان قدرے بشاش لہجے میں بولا تو جہاں عروہ کو حیرت ہوئی وہاں حیدر نے بھی سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا تھا۔

"میری کون سی بات یاد آئی۔" عروہ اس کی بریڈفورڈ جانے کی اطلاع کو نظر انداز کرتی ہوئی متجسس انداز میں بولی۔

"تم نے کہا تھا کہ تمہاری خواہش ہے کہ میرا کوئی چکر چلے اور تم اس کی چشم دید گواہ بنو۔" ارمان کھل کر مسکراتے ہوئے بولا تو حیدر نے اسے دیکھا۔

"وہاٹ...... ریئلی کون ہے بتاؤ...... بتاؤ جلدی بتاؤ۔" عروہ ہمیشہ کی طرح پرجوش انداز میں بولی اور حیدر کے بھی کان اس بریکنگ نیوز سننے کے لیے کھڑے ہو گئے۔

"تو میں یہ کہنے لگا تھا کہ تمہاری یہ خواہش پوری ہونے والی ہے لیکن آدھی۔" ارمان نے شریر نظروں سے حیدر کو دیکھا۔

"کیا مطلب آدھی کیسے؟" عروہ اور ساتھ بیٹھا حیدر دونوں اس کی شرارت سے انجان تھے۔

"حیدر کا چکر چل رہا ہے اور تم اس کی چشم دید گواہ بن جاؤ، باقی سپورٹ میں کروں گا۔" ڈرائیونگ کرتے حیدر نے بریک پر پاؤں رکھا تھا جبکہ عروہ کو ٹھنڈے پسینے آنے لگے تھے۔

"لو جانے نہ جانے گل ہی نہ جانے باغ تو سارا جانے ہے۔" حیدر او نچی آواز میں بولا۔

"میرا چکر چل رہا ہے اور یقیناً یہ غائبانہ چکر ہوگا جو صرف اور صرف ارمان صدیقی نے ارینج کیا ہوگا۔" ارمان کا قہقہہ بلند ہوا۔

"ریئلی۔" عروہ کی ساری شوخی پل بھر میں اڑن چھو ہوئی تھی۔

"میں سچ کہہ رہا ہوں عروہ۔" ارمان مزید شوخ ہوا تھا اب اسپیکر بھی آن تھا۔

"اچھا تو ذرا تفصیل بتاؤ کہ مسٹر کی کوئی ہیلپ بھی کرسکیں۔" عروہ ایک دم سنجیدگی کا لبادہ اوڑھ کر بولی۔

نہیں ایسی کوئی بات نہیں عروہ، ارمان جھوٹ بول رہا ہے۔" حیدر تک عروہ کی آواز پہنچی تو وہ براست اس سے مخاطب ہوگا۔

"اچھا عروہ تم مجھے ایک بات بتاؤ۔" ارمان ریلیکس ہو کر بیٹھا اور حیدر کی طرف دیکھا جو انتہائی غصیلی نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا لیکن ارمان اس لمحے ذرا ڈھیٹ بن رہا تھا۔

"ہاں کیا بات۔" عروہ کی آواز پر حیدر ٹپٹا گیا۔

"جب پچھلی بار میں یوکے آیا تھا تو واپس پاکستان جا کر میں نے حیدر کے بارے میں کیا بتایا تھا۔"

"یاد نہیں۔" عروہ نے صاف دامن بچایا تھا۔

"یہی نا کہ حیدر بہت پریشان ہے۔ ہر وقت کچھ سوچتا رہتا ہے۔" ارمان نے یاددہانی کرائی۔

"ہاں، ہاں۔" یکلخت عروہ کو یاد آ گیا تھا۔

"لیکن آج کل ایسا کچھ نہیں ہے حیدر میاں ہر دم مسکراتے ہیں موبائل پر میسجز کالز، نہ پوچھو یار معاملہ بڑا گمبھیر ہے۔" ارمان ہنستے ہوئے بولا تو حیدر یکلخت سمجھ گیا کہ ارمان اس کے موبائل پر آئے ہوئے میسجز دیکھ چکا ہے ارمان کی طرف دیکھا۔ "تیری خیر نہیں" کی سرگوشی کی ادھر عروہ شرمندگیوں میں گھرنے لگی چوری پکڑے جانے پر خاموشی اختیار کرلی۔

"اچھا چلو میں کھوج لگا کر تمہیں اطلاع دے دوں گا، پھر بینڈ بجاتے ہیں اس کی۔" ارمان اس کو مزید تنگ کرنے کا ارادہ ترک کرتے ہوئے بولا تو عروہ نے کافی دیر کا رکا ہوا سانس خارج کیا۔

"اوکے ٹھیک ہے۔" اتنا کہہ کر عروہ نے فون بند کردیا اور اب ارمان کی شامت آنے والی تھی۔ کیونکہ وہ دونوں بریڈفورڈ کی حدود میں شامل ہوچکے تھے اور حیدر کے تیور خطرناک تھے۔

❁......❁......❁

"سوری پاپا میں بائیک چلا رہا تھا ناں تو یہ ٹوٹ گیا۔" بہت سارے پھول اور ٹوٹے ہوئے گملے کے ٹکڑے اٹھائے وہ آنسو اور ڈر لیے ان کے سامنے کھڑا تھا کتاب پڑھتے گلاسز کی اوٹ سے انہوں نے اسے دیکھا تھا۔ تو یکدم وہ مزید سہم گیا۔

"کوئی بات نہیں۔" سرسری انداز میں کہہ کر وہ دوبارہ بک کی طرف متوجہ ہوگئے تھے اور وہ کتنی دیر وہاں کھڑا رہا لیکن انہوں نے سر اٹھا کر نہ دیکھا تو وہ آنسو جو آنکھوں کی پتلیوں پر چمک رہے تھے اب گالوں پر بہنے لگے تھے۔

"کیا بات ہے بیٹا کیوں رو رہے ہو؟" وہ وہاں سے چلتا آنکھوں کو رگڑتا ہوا باہر نکل گیا تھا کہ تسلیم نے اسے روک کر پوچھا۔

"ماں پاپا مجھ سے پیار نہیں کرتے۔" وہ ہچکیوں کے ساتھ بولا۔

"یہ کس نے کہا؟" تسلیم اس کو پیار سے اپنے ساتھ لگاتے ہوئے پوچھنے لگی۔

"ماں پیار محسوس ہوجاتا ہے نا۔" وہ گیلی پلکوں کو اٹھا کر ان کو دیکھ کر ان سے پوچھنے لگا تو تسلیم سکتے میں آ گئی۔

ماں پیار محسوس ہو جاتا ہے نا۔'' دس سال بعد وہ آج پھر یہ الفاظ سن رہی تھی۔

''میم' آپ کی یہاں ضرورت ہے، چاندی نگر آپ کے دم سے آباد ہے خدا کا واسطہ ہے میم اپنی اس جنت کو نہ برباد کریں صاحب جی آپ سے بہت پیار کرتے ہیں وقتی غصہ ہے۔''

''پیار محسوس ہو جاتا ہے ناں اور تسلیم جب پیار ہو ناں تو سامنے والے کو تھوڑی بہت رعایت تو دی جاتی ہے اور جہاں حدیں مقرر ہو جائیں وہاں پیار نہیں رہتا۔ وجاہت علی شاہ نے میری حد مقرر کر دی ہے تسلیم اور اب چاندی نگر کی بہاروں کو میری محبت کی ضرورت نہیں رہی۔'' وہ انتہائی سپاٹ لہجے میں بولتی لرز گئی تھی۔

''میم۔''

''تسلیم، تمہارے پاس مجھے روکنے کا کوئی حق نہیں ہے، تم کوشش کرنا میرے بیٹے کی زندگی میں وہ تشنگی نہ آنے پائے جو حیدر کی زندگی میں تھی۔'' فضلاں بی نے اس کے بعد کچھ نہ کہا تھا اور چلی گئی تھی لیکن آج ریان علی شاہ کی آنکھوں کے آنسو اور چند الفاظ نے تسلیم کی محنت کو ناکام کر دیا تھا۔

''صاحب جی۔'' دوسرے پل وہ وجاہت علی شاہ کے سامنے تھی۔

''میں بہت ان پڑھ، بہت ادنیٰ سی انسان ہوں لیکن صاحب جی ایک بات ہے میرے پاس ایک حساس دل ہے جو چاندی نگر کی ویرانی دیکھ کر روتا ہے۔'' وجاہت علی شاہ نے چونک کر اسے دیکھا تھا اور ماتھے کی سلوٹوں میں چنداں اضافہ ہوا تھا۔

❁......❁......❁

''ہاں کہاں لے آیا ہے مجھے میں بہت بور ہو رہا ہوں۔'' ارمان اور حیدر شادی پر پہنچ چکے تھے حیدر تو سب کے ساتھ گپ شپ میں مصروف تھا اور ارمان حیدر کے سوا کسی کو جانتا نہ تھا۔

''اچھا تو اب کیا کیا جائے۔'' حیدر نے اسے دیکھا۔

''اچھا کھانا کھا کر نکلتے ہیں۔'' وہ مزید گویا ہوا تو ارمان نے ڈھیلے انداز میں آہ بھری۔

''چل تو گپ شپ لگا میں ذرا باہر کا چکر لگا کر آتا ہوں۔'' حیدر کے اثبات میں سر ہلاتے ہی ارمان اٹھ کر شادی ہال سے باہر نکل گیا۔

اوائل سردیوں کے دن تھے اور ہر طرف ایک عجیب سی خاموشی کا راج تھا درختوں کے پتے فٹ پاتھ اور روڈز پر جا بجا بکھرے پڑے تھے۔ دائیں بائیں بے شمار کپڑوں کی شاپس جیولری کی شاپس اور عورتوں کا ہجوم ارمان نے روڈ کی سائیڈ پر لگے سائن بورڈ کو دیکھا جہاں روڈ کا نام درج تھا لیم لین وہ چلتے ہوئے چاروں طرف دیکھ رہا تھا نجانے کیوں اس کی نظریں کسی کی تلاش میں سرگرداں تھیں حالانکہ اس کے پاس کوئی سراغ نہ تھا لیکن پھر بھی نجانے کیوں ایک آس کی بنا پر ہی وہ بریڈفورڈ آیا تھا کراؤن ٹیکسٹائل دائیں جانب ایک بہت بڑے اسٹور پر اس کی نظر پڑی تو دوسرے پل وہ اسٹور کے اندر داخل ہو گیا۔

یکدم وہ چونکا تھا موبائل پر آئے میسج اور ساتھ ہی کال کی آواز پر اس نے موبائل نکالا تو اشعر کا نام جگمگا رہا تھا جلدی سے اس نے کال ریسیو کی۔

''السلام علیکم، یار میرے حال کو چھوڑ یہ بتا کہ کچھ پتا چلا۔'' ارمان کوشش کے باوجود اپنی بے تابی کو پوشیدہ نہ رکھ سکا۔

''تم کہاں ہو ابھی۔'' پیچھے سے آتی آوازوں پر اشعر نے اس سے پوچھا۔

''یار میں دوسرے شہر میں ہوں حیدر کے کسی دوست کی شادی تھی اس نے چلنے کو کہا تو میں انکار نہ کر سکا۔'' ارمان قدرے اکتائے لہجے میں بولا تو اشعر مسکرانے لگا۔

''اچھا، وہ بریڈفورڈ نامی سٹی میں ہے۔'' اشعر بولا تو ارمان نے یکدم اسٹور میں عورتوں کے ہجوم کو دیکھا۔

''بریڈفورڈ میں بریڈ میں ہی ہوں۔'' ارمان حیرت سے اس کو بتانے لگا۔

''چل پھر تیرا کام ہو گیا۔'' اشعر نے ہنس کر

اسے چھیڑا۔
"لیکن اس کا پتا کیسے چلے گا۔" ارمان بے بسی سے بولا۔
"یہ تو مجھے نہیں پتا۔" اشعر نے ہری جھنڈی دکھائی تو ارمان بے چین ہوگیا۔
"لیکن میں اتنے بڑے سٹی میں کہاں ڈھونڈوں گا یار؟" ارمان زچ ہورہا تھا۔
"تم اسے کیوں ڈھونڈ رہے ہو؟" اشعر کے سوال پر وہ سپٹا گیا۔
"مجھے نہیں پتا۔" وہ صاف گوئی سے کہنے لگا تو اشعر نے آہ بھری۔
"سوری یار میں اس سے زیادہ کوئی ہیلپ نہیں کرسکتا۔" اشعر نے کہا تو ارمان خاموش ہوگیا۔
"اچھا کوئی بات نہیں تھینک یو پھر بات ہوتی ہے، میرے خیال میں حیدر کا میسج آیا ہے تو جانا ہے اب۔" ارمان اپنی نہ سمجھ میں آنے والی بے کلی کو پوشیدہ رکھ کر اشعر سے بات ختم کرنے لگا تھا۔
"تم اسے کیوں ڈھونڈ رہے ہو؟" اشعر کی کال بند کر کے اسٹور سے باہر نکل آیا تھا لیکن اس کے اس سوال کی بازگشت ابھی تک اس کے اندر گونج رہی تھی۔
وہ یکطرفہ محبت پر یقین نہیں رکھتا تھا اور نہ ہی ان دیکھی محبت کا قائل تھا اس کے خیال میں محبت وہ جذبہ ہے جو صرف اور صرف اسی وقت پر پھیلانا شروع کرتا ہے جب دونوں فریق میں کہیں نہ کہیں کوئی کنکشن ہو، محض کچھ عرصہ کسی کا اس راہ سے گزرنا جو اس کی راہ گزر ہے محبت جیسے جذبے کے لیے ناکافی ہے۔ وہ اپنے آپ کو نہیں سمجھ پا رہا تھا، لیکن اس کی تلاش جاری تھی اور یوں ہی کھوجتی نظروں کے ساتھ چلتا ہوا وہ واپس میرج ہال میں داخل ہوگیا تھا کھانا سرو ہورہا تھا اور تھوڑی سی کوشش کے بعد اسے حیدر مل گیا تھا اور پھر دونوں کھانا کھا کر واپسی کے لیے نکلنے لگے تو حیدر الوداعی ملاقات کے لیے کچھ دوستوں کی طرف بڑھا تو ارمان نے نہایت ناگواری سے اسے دیکھا اب اس کا دل شادی کی اس گہما گہمی سے اچاٹ ہوچکا تھا وہ جلد از جلد وہاں سے نکلنا چاہتا تھا اور حیدر اتنی ہی دیر لگا رہا تھا۔
"چلیں؟" ارمان میرج ہال کے ڈور کے پاس کھڑا اشعر کا انتظار کررہا تھا کہ وہ آیا۔
"بیٹھوا بھی رخصتی کرا کر چلتے ہیں۔" ارمان چڑ کر بولا تو حیدر ہنسنے لگا۔
"سوری یار بس نکلتے نکلتے دیر ہوگئی۔" حیدر اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر اس کے ساتھ چلتے ہوئے بولا۔
"اٹس اوکے، بس اب نکل یہاں سے۔" ارمان اپنے آف موڈ کی وجہ خود بھی نہ جانتا تھا حیدر نے حیرت سے اسے دیکھا لیکن خاموش رہا۔
"بس ایک چھوٹا سا کام اور کرنا ہے پھر گھر کے لیے نکلتے ہیں۔" وہ دونوں گاڑی میں آکر بیٹھے تو حیدر گاڑی اسٹارٹ کرتے ہوئے ارمان کے بیزار سے چہرے کی طرف دیکھ کر اس سے کہنے لگا۔
"اف یار...... اچھا جلدی کر......!" ارمان اکتاہٹ سے بولا تو اشعر گاڑی کو کار پارکنگ سے باہر نکالنے لگا۔

❀......❀......❀

"تسلیم۔" وہ چنگھاڑے۔
"اپنی حد میں رہ کر بات کرو۔" وجاہت علی شاہ انتہائی کڑے تیوروں سے اس کو دیکھ کر بولے۔
"صاحب جی میں آج تک حد میں ہی رہ کر سب کچھ کررہی تھی لیکن افسوس ہے صاحب جی کہ آپ چاندی نگر کے مالک ہو کر ابھی تک یہ نہیں سمجھ سکے کہ چار دیواری پر چھت ڈال دینے سے دنیا آباد نہیں ہوا کرتی مکان تو آسانی سے بن جاتا ہے صاحب جی لیکن چار دیواری کو گھر بنانے کے لیے محبت کی ضرورت ہوتی ہے تبھی وہ چاندی نگر بن سکتا ہے۔" تسلیم آج پہلی بار وجاہت علی شاہ کے سامنے بول رہی تھی وجاہت قہر آلود نظروں سے اسے دیکھ رہے تھے۔
"صاحب جی ایک بات یاد رکھنا آپ ریان علی شاہ کو وہ تربیت دے رہے ہیں جو کبھی حیدر کا نصیب تھی نہ اس کے پاس پیار ہے نہ اعتبار میم کو واپس بلالیں صاحب جی اگر

چاندی نگر کو پھر سے آباد اور اپنے بیٹے کی کمیوں کو ختم کرنا چاہتے ہیں تو میم کو واپس بلالیں صاحب جی کسی اور میں اتنا ظرف نہیں ہے صاحب جی جو آگے بڑھ کر آپ کے بیٹے کی جھولی میں وہ سب ڈال دے جس کی آج اس کو ضرورت ہے۔'' تسلیم نے آج وجاہت علی شاہ کو بغیر کسی جھجک ولحاظ کے آئینہ دکھایا تھا اور وہ آگ بگولا ہونے لگے۔

''تم ملازمہ ہو، تمہارے لیے بہتر یہی ہے کہ تم اپنی حیثیت کے مطابق بات کرو۔'' وجاہت کی گرجتی آواز پر سائیں اللہ بخش اور ریان بھی وہاں آگئے تھے۔

''کک...... کیا ہوا صاحب جی کیا کہا ہے تم نے۔''

سائیں اللہ بخش کانپتا ہوا وجاہت سے پوچھتا ہوا تسلیم کی طرف بڑھا اور اس کا بازو پکڑ کر غصے سے اس سے پوچھنے لگا۔ جبکہ ریان ڈر کے مارے دروازے میں ہی کھڑا رہ گیا۔

''کچھ نہیں۔'' اتنا کہہ کر تسلیم وہاں سے باہر نکل گئی تھی۔

''معاف کرنا صاحب جی، یہ نادان ہے، میم سے بہت پیار کرتی ہے اور اپنے بیٹے کے لیے بھی ترستی ہے ناں اس لیے غلطیاں کرتی رہتی ہے۔'' سائیں اللہ بخش ہاتھ جوڑے وجاہت علی شاہ سے معافی مانگنے لگا تو انہوں نے متنفر نظروں سے اسے دیکھ کر رخ موڑ لیا تو چند پل وہاں رکنے کے بعد سائیں اللہ بخش بھی وہاں سے چلے گئے۔

وجاہت علی شاہ نے پلٹ کر دیکھا ریان دروازے کے بیچوں بیچ کھڑا انہیں دیکھ رہا تھا۔ وجاہت کی نظر پڑتے ہی وہ وہاں سے چلا گیا تھا اور وجاہت اس لمحے شدید غصے کے باوجود اپنے آپ کو تنہا محسوس کرنے لگے تھے کچھ دن پہلے بشیر کی باتیں اور آج ایک ملازم کی باتیں شاید ان کے دل کے بند کواڑ کھولنے لگی تھیں لیکن انا آج بھی برقرار تھی۔

⁂
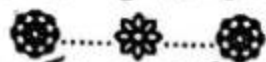
''یہ نمبر ہے نا ڈائل کر کے اسپیکر آن کردو پلیز۔'' ڈرائیونگ کرتے حیدر نے ایک چھوٹے سے پیپر پر لکھے نمبر کو ارمان کی طرف بڑھا کر کہا تو چار و ناچار ارمان کو یہ کرنا پڑا۔

مسلسل بیل جارہی تھی لیکن کوئی کال ریسیو نہیں کر رہا تھا ارمان موبائل ہاتھ میں پکڑے حیدر کو خاصی کڑی نظروں سے دیکھے جارہا تھا اور حیدر پرسوچ نظروں سے اسکرین پر درج نمبر کو دیکھ رہا تھا۔ ارمان موبائل کو اپنے سامنے کر کے آف کا بٹن پش کرنے ہی لگا تھا کہ یکلخت کال ریسیو کرلی گئی ایک نسوانی آواز ابھری تو حیدر نے یک دم موبائل ارمان کے ہاتھ سے لے لیا جبکہ ارمان ساکت رہ گیا۔

''ہیلو، ہواز دیئر۔'' حیدر نے سلام کیا۔

''وعلیکم السلام۔ کون بات کر رہا ہے۔'' وہ قدرے گھبرائی ہوئی آواز میں پوچھنے لگی تو ارمان چونکا۔

''آپ نے گھر کے لیے کیا کہا ہوا تھا تو وہ ارینجمنٹ ہوگیا ہے آپ تک گھر کی چابی پہنچانی ہے۔'' حیدر نے تفصیل بتائی تو یک دم وہ ریلیکس ہوئی اور اس کا اندازہ ایئر بیس سے ابھرتے اس کے گہرے سانس سے ہوا۔

''مجھ تک آپ کیسے پہنچا سکتے ہیں؟'' وہ پوچھ رہی تھی اور ارمان اس لہجے کو اس آواز کو پہچاننے کی کوشش کر رہا تھا۔

''آپ جہاں ہیں وہاں کا ایڈریس اسی نمبر پر میسج کردیں میں پہنچادوں گا۔'' حیدر نے مدھم مسکراہٹ کے ساتھ ارمان کو دیکھا جو اسکرین پر نظریں جمائے عجیب سی کش مکش میں مبتلا تھا۔

''بہت شکریہ آپ کا نام کیا ہے؟'' وہ مشکور انداز میں پوچھنے لگی۔

''میرا نام حیدر ہے اور میں چابی کس کو دوں گا۔'' حیدر کے سوال پر ارمان سانس روک کر سننے لگا۔

''میرا نام خوش بخت ہے آپ ڈور ناک کیجیے گا جس نے بھی کھولا میرا نام لیجیے گا میں آجاؤں گی۔'' اس کے نام بتانے پر ارمان نے یک دم گہرا سانس لیا۔ اس کا نام سنتے ہی ارمان کے شک کو یقین کی سند ملی تھی۔

''اوکے مس خوش بخت دس پندرہ منٹس تک ہم آرہے ہیں۔'' اتنا کہہ کر حیدر نے فون بند کر کے ارمان کو واپس کیا اور چند ہی پل میں اس کے ایڈریس کا میسج آگیا اور ارمان حیدر کو بتانے لگا۔

”ویسے کیا ماجرہ ہے یہ کون ہے؟“ ارمان یکلخت ریلیکس ہوا تھا اور حیدر سے پوچھنے لگا۔

”مجھے تو نہیں پتا کون ہے اقبال گھر رینٹ پر دیتا ہے کسی شاپ پر اس لڑکی نے کہا ہوا تھا کہ اس کو گھر چاہیے جہاں صرف لڑکیاں ہوں اقبال سے کنٹیکٹ ہوا تھا اس کا اور اب گھر کا ارینجمنٹ ہوگیا ہے وہ ابھی شادی کے سلسلے میں مصروف ہے تو مجھے کہا کہ میں جا رہا ہوں تو یہ چابی اس تک پہنچادوں باقی ڈیٹیل وہ بعد میں ڈسکس کرلے گا۔“ حیدر نے ڈائریکشن کو فالو کرتے ہوئے ارمان کو تفصیل سے آگاہ کیا تو وہ نجانے کیوں ایک بار پھر فکر مند ہوگیا۔

”آئی تھنک یہی ایڈریس ہے۔“ حیدر اِدھر اُدھر دیکھتے ہوئے گاڑی کو پارک کرنے کے لیے جگہ تلاش کرنے لگا۔

”میں...... میرا مطلب میں دے آؤں۔“ کچھ دیر تک اسے کوئی پارکنگ پلیس نہ ملی تو وہ بولا تو حیدر نے تشکر آمیز نظروں سے اسے دیکھ کر گاڑی روکی اور چابی اس کو پکڑا دی اور دوسرے پل وہ باہر نکل گیا اور دیے گئے ایڈریس کے ڈور نمبر کی تلاش کرنے لگا۔

”ہیلو مس خوش بخت از شی ان سائیڈ۔“ دروازہ کھولنے والا کوئی انگلش لڑکا تھا۔

”جسٹ اے منٹ۔“ وہ بولا اور واپس چلا گیا ارمان وہیں کھڑا ہو کر ارد گرد گھروں کا جائزہ لینے لگا وہ کوئی بہت اچھا ایریا نہ تھا شاید کوئی کونسل کا رف سا ایریا تھا وہ اب یہ سوچ رہا تھا کہ اس کو ایسی کیا مجبوری تھی کہ اس طرح کے ایریا میں آ کر رہنے لگی وہ بھی ایسے گھر میں جہاں اور بھی بہت سے لوگ ہیں اور لوگ بھی نجانے کیسے کیسے انتظار کی گھڑیاں طویل ہوتی جا رہی تھی یا شاید اس کو ایسا لگ رہا تھا ابھی وہ دوبارہ ڈور پر دستک دینے کا سوچ رہا تھا کہ دروازہ کھلا اور وہ سامنے آئی ارمان کی دھڑکن کی اسپیڈ میں اضافہ ہوا محتاط نظروں سے اس نے اسے دیکھا تھا سر پر دوپٹہ اچھی طرح سیٹ کیا ہوا تھا جھکی نظریں اس کو نہایت باوقار بنا رہی تھیں۔

”مس خوش بخت۔“ وہ بولا تو اس نے نظر اٹھا کر دیکھا اس کی روشن آنکھیں جن کی چمک وہ فاصلے کے باوجود دیکھ سکتا تھا آج قریب سے دیکھنے پر بھی وہ چمک نظر نہ آ رہی تھی اس کی آنکھوں میں ہلکی سی پہچان کی شائبہ نظر آئی تھی جو دوسرے پل اس کی پلکوں کے پیچھے کہیں چھپ گئی۔

”آپ...... میرے خیال میں ہماری ملاقات ہو چکی ہے۔“ ارمان نے بنا کسی تعارف کے دوٹوک کہا تو خوش بخت نے پھر اسے دیکھا۔

”پاکستان میں ہمارے اسکول کا آفس رانیہ کے چاچو۔“ خوش بخت گہرا سانس لے کر بولی تو ارمان کو خوشگوار حیرت ہوئی۔

”آپ نے مجھے پہچان لیا...... اتنی جلدی۔“ ارمان واقعی حیران ہوا۔

”میری یادداشت بہت اچھی ہے اکثر چہرے یاد رہتے ہیں۔“ وہ مدہم آواز میں بولی تو اس کے لہجے میں کوئی ایسا تاثر ضرور تھا جس نے ارمان کو حیران کر دیا۔

”آپ یہاں کیسے آئی ہیں؟“ ارمان بہت کچھ پوچھنا چاہ رہا تھا کہ نہ تو یہ جگہ مناسب تھی اور نہ ہی وقت۔

”قسمت لے آئی اور آپ یہاں میرا مطلب ہے مجھے کیسے جانتے ہیں۔“ پتا نہیں ارمان کا وہم تھا یا واقعی اس وقت خوش بخت اطمینان محسوس کر رہی تھی۔

”آپ کے گھر کے لیے انتظام ہوگیا ہے اور چابی دینی ہے۔“ ارمان نے مختصراً اپنی آمد کی وجہ بتائی۔

”اچھا تو آپ سے ابھی میری بات ہوئی تھی۔“

”نہیں وہ حیدر سے ہوئی تھی میرا دوست ہے میں یہاں اتفاقیہ آیا تھا اس کے کسی جاننے والے نے آپ کے لیے گھر کا انتظام کیا ہے اور وہ خود مصروف تھا اس لیے حیدر نے کہا تھا کہ آپ کو یہ چابی دے دوں، وہ حیدر گاڑی میں ہے ہم آکسفورڈ میں رہتے ہیں ابھی واپس جا رہے تھے۔“ ارمان نے ایک ہی سانس میں کافی ساری تفصیل اس کو بتائی تو وہ بس خاموشی سے اس کو دیکھ کر رہ گئی۔

”آپ یہاں اکیلی ہیں۔“ ارمان فکر مندانہ لہجے میں پوچھنے لگا۔

”ہاں یہ گھر کافی سارے لوگ شیئر کررہے ہیں اور زیادہ میل ہیں اور سب غیر مسلم۔ ایک ہفتے سے یہاں ہوں کسی اور گھر کے لیے کوشش کررہی تھی۔“ وہ بولی تو ارمان کو اس کے لہجے سے جھانکتی لاچاری نے بے چین کردیا۔

”بہت دنوں بعد کسی ایسے کو دیکھا ہے جس سے تھوڑی سی شناسائی تھی آپ اندر آجائیں چائے پی کر جائیں۔“ خوش بخت مطمئن انداز میں اسے کہنے لگی تو ارمان نے اسے دیکھا۔

”تھوڑی نہیں بہت شناسائی ہے لیکن کاش آپ کو بھی خبر ہوتی۔“ ارمان من ہی من میں اس سے مخاطب ہوا۔

”نہیں اس وقت اتنا ٹائم نہیں ہے لیکن آپ یہاں نہیں رہ سکتی یہ جگہ اور ایریا صحیح نہیں لگ رہا ہے۔“ ارمان نے کہا تو خوش بخت دھیمے سے مسکرائی۔

”فکر نہ کریں ان شاء اللہ دوسری جگہ بہتر ہوگی۔“ وہ اس کو مطمئن کرنے لگی۔

”آپ چلیں میرے ساتھ آکسفورڈ۔“ دوسرے پل وہ انتہائی جذباتی انداز میں بولا تو خوش بخت نے حیرت سے اسے دیکھا اور پھر ہنس دی۔

”آپ اندر آجائیں حیدر کو بھی بلالیں میں چائے بناتی ہوں۔“ خوش بخت اس سے کہتی وہاں سے ہٹی تھی اور ارمان نے متعجب نظروں سے اسے دیکھ کر حیدر کی جانب بڑھا تھا۔

❁.........❁.........❁

ہم جتنی بھی کوشش کریں جتنی بھی دعائیں مانگیں ہماری کوشش کامیاب اور دعا قبول تب تک نہیں ہوتی جب تک اللہ تعالیٰ کا حکم نہ ہو اس کے صرف ہوجا کہہ دینے سے ہماری ساری کوشش کامیاب، دعائیں قبول اور ساری آزمائش ختم ہوجاتی ہیں ہم جتنا صبر کریں گے اتنا ہی اللہ کے پسندیدہ ترین لوگوں کی لسٹ میں آجائیں گے صحیح وقت کا انتظار جتنا مشکل کام ہے اس سے کئی گنا زیادہ اس میں مصلحت پوشیدہ ہوتی ہے لیکن ہماری سمجھ جتنی بھی زیادہ ہوجائے اللہ تعالیٰ کی کرامات اور کرشموں تک نہیں پہنچ سکتی ہے۔

دس سال کے طویل انتظار کے بعد آج تسلیم کی چند تلخ باتوں نے وجاہت علی شاہ کو جھنجوڑا تھا پچھلے چار سال سے وہ مسلسل بے چینی کا شکار تھے۔ چاندی نگر میں چھائی ویرانی کو چھ سال تک نہایت فراخ دلی سے برداشت کررہے تھے۔ لیکن جوں جوں وقت گزر رہا تھا احساس تنہائی کے ساتھ ساتھ چاندی نگر کی روٹھی بہاروں سے بھی دل گھبرانے لگا تھا۔

بعض اوقات ہم اپنی خود ساختہ انا کی دیواروں کو گرانا چاہتے ہیں لیکن ہمارے پاس وہ ہتھیار نہیں ہوتا جو ایک کاری ضرب سے ان اونچی اونچی دیواروں کو گرانے کے کام آئے ایسے میں ہمیں ضرورت ہوتی ہے کہ ایک ایسے آئینہ کی جس میں ہم وہ بدصورت تصویر دیکھ سکیں اور سہم جائیں ہم قدم بڑھائیں، تسلیم کے چند الفاظ نے وجاہت علی شاہ کو آئینہ دکھا کر ایک بھیانک چہرہ اس کے سامنے کیا تھا اور اب وہ ایک سوچ پر عمل کرنے کی غرض سے صدیقی مینشن میں داخل ہوئے تھے جب سے فضلاں بی چاندی نگر سے نکالی گئی تھی وجاہت علی شاہ سے صدیقی مینشن کے سارے رابطے بھی ٹوٹ چکے تھے اور اس لاتعلقی کی زد میں ریان علی شاہ بھی آیا تھا صرف ایک ارمان صدیقی تھا جس نے سارے تعلق بحال کر رکھے تھے اور وہ بھی بشیر صدیقی کے کہنے پر۔

وجاہت علی شاہ کی صدیقی مینشن میں آمد سب کے لیے ایک چونکا دینے والی خبر تھی لیکن ساری تلخیوں اور ناراضگیوں کو پس پشت ڈال کر صدیقی مینشن کے مکینوں نے وجاہت اور ریان کو ویلکم کیا تھا اور اتنے طویل عرصے بعد بھی ان سب کی طرف سے اتنی آؤ بھگت پر وجاہت من ہی من میں ڈھیر ساری شرمندگیوں میں گھرنے لگے تھے۔

''میں......!'' وجاہت علی شاہ جب سے آئے تھے تب سے اپنی آمد کا قصد بتانے کے لیے کوشش کررہے تھے لیکن ہر بار الفاظ کے ساتھ ساتھ ہمت بھی ساتھ چھوڑ رہی تھی۔ لوگوں کے سامنے اپنی غلطی کا اعتراف بہت مشکل کام ہوتا ہے اور اس لمحے وجاہت علی شاہ بھی انہی مشکلوں میں گھرے تھے بشیر نے ان کو دیکھا اور پھر انجم کی طرف اور اٹھ کر وجاہت علی شاہ کے پاس آکر بیٹھے۔

ارمان نے دو دن پہلے ہی فون پر بتایا تھا کہ وہ مسلسل کوشش میں ہے کہ فضلاں بی کو پاکستان لے آئے اور حیدر بھی اس کوشش میں اس کو سپورٹ کررہا ہے۔

''وجاہت بھائی صاحب اور سنائیں بزنس وغیرہ سب سیٹ ہے نا؟'' بشیر نے دوستانہ انداز میں بات شروع کی۔

''اللہ کا کرم ہے سب ٹھیک ٹھاک ہے۔'' وجاہت دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کو ایک دوسرے میں پھنسائے ہوئے بولے۔

''ارمان یو کے جانے سے پہلے مجھ سے مل کر گیا تھا لیکن پھر وہاں جاکر کوئی رابطہ نہیں کیا اس نے خیریت سے ہے وہاں پر۔'' وجاہت نے مدھم آواز میں اس کی خیریت دریافت کی۔

''ہاں، ہاں بالکل خیریت ہے آپ تو شاید یہ جانتے ہیں ناں ہر سال جاتا ہے آپا کے پاس، یوں تو حیدر ہے وہاں لیکن پھر بھی جو بات اپنوں کی ہوتی ہے وہ کسی دوسرے میں کہاں۔'' بشیر نے تفصیل بتائی تو وجاہت خاموشی سے ان کو دیکھ کر رہ گئے۔

''بھائی صاحب ارمان بہت کوشش کررہا ہے کہ آپا پاکستان آنے کے لیے مان جائیں۔'' بشیر کی اطلاع پر وجاہت کی دھڑکن یکلخت تیز ہوئی۔

''لیکن وہ مسلسل انکاری ہیں آپ نہ آتے تو میں اور انجم چاندی نگر جانے کے بارے میں سوچ رہے تھے۔ بھائی صاحب ہماری آپا ہمارے لیے بہت خاص ہیں کچھ ضدی ہیں لیکن ان کا دل محبتوں سے بھرا ہے، کچھ معاملات میں نہایت غیر سنجیدہ ہوجاتی ہیں لیکن دل میں کوئی کھوٹ نہیں ہوتا وہ واپس پاکستان نہیں آئیں گی۔''

''جب تک آپ انہیں نہیں بلائیں گے۔'' بشیر نے کہا تو وجاہت نے لب بھینچ لیے۔

''بھائی صاحب چاندی نگر کی بہاریں آپ کے فیصلے کی منتظر ہیں۔'' بشیر جانتے تھے کہ اتنے سالوں بعد وجاہت کی صدیقی مینشن میں آمد کے پیچھے ضرور ایک ہی وجہ ہوسکتی ہے۔

''میں اس لیے حاضر ہوا تھا کہ چاندی نگر کے دروازے صدیقی مینشن کے لیے کھل رہے ہیں۔ فضلاں بی سے بولیں کہ چاندی نگر کی ہر ایک اینٹ اس کی منتظر ہے۔'' وجاہت علی شاہ نے یوں گہرا سانس لیا تھا جیسے میلوں کی مسافت طے کرکے آئے ہوں اور سچ بھی یقیناً یہی تھا وہ ایک ایسی سزا کاٹ رہے تھے جس میں سوائے انا کے اور کوئی جنگ کی بات نہ تھی۔

''بہت شکریہ بھائی صاحب آپ آپا کو خود دعوت دیں۔ دس سال سے وہ جس پکار کی منتظر ہیں وہ اگر براہ راست آپ کی طرف سے سنائی دے گی تو آپا کے پاس پھر انکار کا کوئی جواز باقی نہیں بچے گا۔'' بشیر بے تحاشہ خوش ہوا تھا آخر یہ ان سب کی ہی تو کامیابی تھی وجاہت کے لیے یہ ایک مشکل مرحلہ تھا بے تحاشہ محبت جب بے اعتباری اور بے اعتنائی کی زد میں کر بکھر جاتی ہے تو پھر اس کو یکجا کرکے اس تک پہنچنے کے لیے ایک پل صراط پر سے گزرنا پڑتا ہے وجاہت بھی اپنے آپ کو ایک امتحان کے لیے تیار کرنے لگے تھے۔ انہوں نے ہامی بھری اور واپسی کی راہ پر چل کر چاندی نگر کی طرف بڑھ گئے تو ان کے جاتے ہی صدیقی مینشن میں جشن کا سا ماحول برپا ہونے لگا تھا۔

''ہیلو السلام علیکم تسلیم بہن۔'' بشیر نے نمبر ڈائل کیا اور مبارکباد کی آوازیں اس کے کان تک پہنچیں تو بے ساختہ مسکراہٹ نے اس کے چہرے کا احاطہ کیا۔

❀ ❀ ❀

"مس خوش بخت آپ کی ضد کی اس وقت کوئی اہمیت نہیں ہے۔" ارمان دوٹوک انداز میں بولا تو اس نے حیرت سے اس کو دیکھا حیدر نے بھی چونک کر اسے دیکھا لیکن کچھ بھی سمجھ نہیں رہا تھا ارمان اس کو اس ماحول میں اکیلے رہنے کے حق میں نہ تھا۔

"دیکھیں ارمان میں...... میں ٹھیک ہوں۔" وہ اس کی ضد کے سامنے نرم پڑ کر بھی اس کی مدد لینے سے انکاری تھی۔

"میں جانتا ہوں آپ ٹھیک ہیں لیکن یہ ماحول، یہ گھر، یہاں لوگ صحیح نہیں ہیں اور آپ کو کوئی رسک نہیں لینے دے سکتا۔" ارمان کسی صورت اس کی دلیلوں سے قائل نہ ہو رہا تھا اور حیدر مسلسل حیرت کے سمندر میں غوطہ زن تھا ارمان کا یہ انداز یہ جان پہچان یہ ضد اس کے لیے بھی قطعی نئی تھی۔ وہ جاننا چاہتا تھا کہ یہ لڑکی کون ہے۔ جس کے انکار کے باوجود وہ اس کو کسی محفوظ جگہ پر رکھنا چاہتا تھا یہاں تک کہ اپنے ساتھ چلنے تک کی آفر کریں اور وہ لڑکی ارمان کو زیادہ کیا ذرا سا بھی نہ جانتی تھی پھر بھی اس پر اعتبار کر کے اس کو اپنے کمرے تک لائی تھی پر تکلف چائے کا انتظام بھی کرلیا تھا۔

"تو کیا کرنا چاہیے۔" وہ لاجواب ہو چکی تھی اور اب پوچھ رہی تھی۔

"آپ ادھر رہیں میں اور حیدر وہ گھر چیک کر کے آئیں گے اگر وہ جگہ صحیح ہوئی تو آپ وہاں رہنا ورنہ شاید پھر آپ کو آکسفورڈ چلنا پڑے گا۔" ارمان نے حیدر کی طرف دیکھ کر اس کی رضامندی لی اور پھر خوش بخت سے مخاطب ہوا تو چاروناچار خوش بخت کو اس کی ضد کے سامنے ہتھیار ڈالنے پڑے۔

"ہاں ایسا ٹھیک رہے گا۔" خوش بخت نے حامی بھری تو ارمان نے گھر کی چابی واپس لی اور ایڈریس پوچھ کر حیدر کو ساتھ لے کر باہر نکل گیا۔

"اب مجھے پہلے ساری اسٹوری سنا پھر ہی اگلا قدم اٹھایا جائے گا۔" وہ دونوں گاڑی میں آکر بیٹھے تو حیدر گاڑی اسٹارٹ کرنے کی بجائے اس کی طرف رخ موڑ کر بیٹھ گیا اور اس سے پوچھنے لگا۔ حیدر کی حیرت بجا تھا وہ ارمان جو آدھا پونا گھنٹہ پہلے واپس گھر جانے کے لیے بضد تھا موڈ آف کر رکھا تھا یک دم اتنا انرجیٹک کیسے ہوگیا۔

"اسٹوری، کون سی اسٹوری؟" ارمان انجانے پن سے پوچھنے لگا تو حیدر نے خونخوار نظروں سے اسے دیکھا۔

"سیدھی طرح بتاؤ ورنہ میں ڈرائیونگ سیٹ پر ہوں بغیر رکے گاڑی کو موٹر وے پر ڈال دیا تو واپسی ممکن نہیں رہے گی۔" حیدر کی دھمکی پر ارمان ہنسنے لگا۔

"یار کوئی اسٹوری نہیں ہے یہ میری ٹیچر ہے۔" ارمان کھسیانا سا ہنس کر اس کو بتانے لگا۔

"ٹیچر تمہاری؟" حیدر نے حیرت کا بھرپور مظاہرہ کیا تو ارمان مسکرا کر اثبات میں سر ہلا گیا۔

"تم سمجھ رہے ہو میں تمہاری اس بودی کہانی پر یقین کر کے گاڑی اسٹارٹ کردوں گا تو تم سراسر غلطی پر ہو۔" حیدر سیدھا ہو کر بیٹھا۔

"ہاہاہا...... کھوئی ہوئی کوئی چیز مل جائے تو جو خوشی اندر سے پھوٹتی ہے ارمان بھی اس وقت انہیں خوشیوں کے حصار میں تھا حیدر نے بڑی گہری نظر سے اسے دیکھا تھا۔

"تم اشعر کو جانتے ہو ناں۔" ارمان اس سے پوچھنے لگا تو حیدر نے اثبات میں سر ہلایا۔

"اشعر کی بھتیجی رانیہ جس اسکول میں جاتی ہے اس اسکول میں یہ ٹیچر تھیں تو اس حوالے سے ایک دو بار بات ہوئی تھی۔

"تمہارا استحقاق بھرا انداز دو تین ملاقاتوں والا تو نہیں لگتا۔" حیدر نے تفتیشی نظروں سے اسے دیکھا تھا۔

"میں مس خوش بخت کی بہت عزت کرتا ہوں۔ وہ یہاں کیسے اور کیوں آئی ہیں میں نہیں جانتا، لیکن میں ان کو اس طرح یہاں نہیں چھوڑ سکتا۔" ارمان اس کو بتانے لگا تھا اور وہ واقعی جاننا چاہتا تھا لیکن مس خوش بخت کے رسپانس پر وہ خود بھی کافی حیران ہوا تھا اور من ہی من خوش بھی کہ وہ اس پر اعتبار کر رہی ہیں کسی کی شرافت اس کے ماتھے پر

نہیں چسپاں ہوتی ہے لیکن اٹھنے والی ایک نظر ہی اس کے اندر کی خباثت کو واضح کر دیتی ہے اور ارمان کی اس طرف اٹھتی نظروں میں جو احترام تھا وہ اعتبار کے لیے کافی تھا پتا نہیں حیدر کو یقین آیا تھا یا نہیں لیکن اس نے گاڑی اسٹارٹ کر دی تھی اور نیویگیشن کے بتائے گئے روٹ کو فالو کرنے لگا تھا۔

تقریباً دس منٹس کی ڈرائیو کے بعد وہ متوقع ایڈریس پر پہنچ گئے حیدر نے گاڑی پارک کی اور ارمان باہر نکل کر گھر کی طرف بڑھ گیا حیدر بھی جانے کا سوچ رہا تھا کہ موبائل پر آتی کال نے اس کے قدم روک دیے۔

❁.......❁.......❁
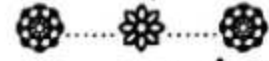
"واقعی مجھے یقین نہیں آ رہا ہے۔"

"تھینک یو سوچ اس اعتبار کے لیے۔" وہ دانت پیس کر استہزائیہ انداز میں بولی تو حیدر مسکرانے لگا۔

"میرا یہ مطلب نہیں تھا یہ تو انہونی کے ہونے والی بات ہے ناں۔" حیدر نے بھرپور حیرانی کا اظہار کیا۔

"اور اس انہونی کے ہونے کا سارا کریڈٹ تسلیم آنٹی آپ اور ارمان کو جاتا ہے جن کی کوشش سے وجاہت انکل اپنی غلطی کو مان سکے ورنہ ہم سب نے تو امید چھوڑ دی تھی عروہ خوش دلی سے بولی تو حیدر مسکرا دیا۔

"اور تم سب کی دعاؤں کے بغیر یہ کوششیں کبھی کامیاب نہیں ہو سکتی تھیں۔" حیدر فراخ دلی سے بولا تو عروہ نے مسکرا کر اس کے اور اپنے درمیان آپ کی دیوار کے گرنے پر من ہی من اس کی محبت کا اقرار کیا۔

"تھینک یو۔" عروہ بولی حیدر نے کچھ کہنے کو لب وا کیے ہی تھے کہ ارمان آتا دکھائی دیا یکلخت ارمان کے آنے کا بتا کر فون بند کر دیا اور ارمان کی طرف متوجہ ہو گیا۔

"سب ٹھیک ہے؟" اس نے ارمان کے سنجیدہ تاثرات کو دیکھ کر پوچھا۔

"ہاں خیریت ہے۔ اس گھر میں تین لڑکیاں ہیں دو ایشین ہیں اور ایک انگلش نیکسٹ ڈور نیبر سے پوچھا تو کہہ رہے ہیں کہ ایریا اچھا ہے۔" ارمان نے حیدر کو بتایا۔

"چلو پھر ٹھیک ہے اب تمہیں تسلی ہو گئی ناں؟" حیدر نے اسے دیکھ کر اس سے پوچھا تھا تو ارمان نجانے کیوں خاموش ہی رہا اور پھر کچھ دیر بعد وہ ایک بار پھر مس خوش بخت کے روبرو تھا حیدر گاڑی میں ہی اس کا منتظر تھا کہ ابھی انہوں نے واپس آکسفورڈ بھی جانا تھا۔

"میں نے سنا تھا کہ آپ کی شادی ہو گئی ہے۔" گھر کے متعلق کوئی بھی بات کرنے سے پہلے ارمان اس سے اس کے بارے میں جاننا چاہ رہا تھا اس کے سوال پر خوش بخت کے چہرے کا رنگ یک دم اڑ گیا۔

"صرف نکاح۔" وہ فقط اتنا ہی کہہ سکی تھی۔

"اور پھر...... آپ یہاں کیسے؟" ارمان اس کی طرف دیکھنے سے اجتناب برت رہا تھا۔

"ورک پرمٹ ویزے پر آئی ہوں۔" وہ مختصر جواب دے رہی تھی۔

"جاب کر رہی ہیں؟" ارمان محسوس کر رہا تھا کہ وہ بے چینی سے پہلو بدل رہی ہے اس موضوع پر بات نہیں کرنا چاہتی لیکن آج پھر ارمان ڈھیٹ بنا تھا یا شاید اس کے لیے حد سے زیادہ فکر مند ہو رہا تھا۔

"نہیں آپ گھر دیکھ کر آئے ہیں ٹھیک ہے وہاں کا ایریا۔" دوسرے پل اس نے موضوع بدلا تھا۔

"اگر میں کہوں کہ وہ جگہ اچھی نہیں ہے تو آپ کیا کریں گی؟" ارمان نے اس کی طرف دیکھ کر اس سے پوچھا۔

"فی الحال تو یہاں ٹھیک ہوں امید ہے کہ پھر جلدی ہی کوئی بہتر جگہ مل جائے گی۔" وہ ہاتھوں کو دباتے ہوئے بولی تو ارمان نے سرد آہ بھری۔

"آپ نے جس نمبر پر میسج کیا تھا وہ میرا نمبر ہے اگر آپ کی اجازت ہو تو میں رابطے میں رہ سکتا ہوں۔" ارمان نے اجازت طلب نظروں سے اسے دیکھ کر کہا تو خوش بخت کوئی جواب نہ دے سکی۔

"تھینک یو سوچ پردیس میں کسی ایسے کا مل جانا جو آپ کی تکلیف کو محسوس کر کے آپ کو اس تکلیف سے باہر

نکالنے کی کوشش کرے، بہت تسلی بخش اور اطمینان کا باعث ہوتا ہے۔ بہت شکریہ ارمان آپ کی وجہ سے بہت دن بعد مجھے احساس ہوا ہے کہ میں یہاں اکیلی نہیں ہوں۔'' خوش بخت ہاتھوں کو مروڑتے ہوئے بولی تو ارمان یک ٹک اس کی طرف دیکھنے لگا۔

''اور میرے لیے خوشی کی بات یہ ہے کہ ایک ملاقات کے بعد آپ نے نہ صرف مجھے پہچان لیا بلکہ مجھے اس قابل بھی سمجھا کہ آپ کے کسی کام آسکوں۔'' ارمان نے تشکر آمیز نظروں سے اسے دیکھا تو وہ دھیمے سے مسکرائی۔

''بعض اوقات کچھ انجانے چہرے بھی ذہن میں نقش ہوجاتے ہیں ان کی پرسنالٹی اور سب سے بڑھ کر ان کی شرافت، ہمیں ان پر اعتبار کا سگنل دے دیتی ہے میں آپ کو نہیں جانتی لیکن شاید جانتی بھی ہوں۔'' وہ بولی تو ارمان نے چونک کر اسے دیکھا۔

''جب تک اسکول میں جاب کررہی تھی رانیہ اور بسمہ سے ملاقات کے دوران اکثر آپ کے بارے میں سنا تھا۔'' خوش بخت کی بات پر ارمان واقعی حیران ہوا تھا۔

''اشعر تو واقعی میرا یار ہے۔'' ارمان سمجھ گیا کہ یہ ساری اشعر کی کوششوں کا نتیجہ ہے۔

''شکریہ۔'' ارمان فقط اتنا ہی کہہ سکا۔

''مجھے ابھی جانا ہے۔'' ارمان حیدر کے میسج کا نوٹفکیشن دیکھ کر بولا۔

''اور میں رابطے میں رہوں گا کسی قسم کی کوئی بھی پریشانی ہو تو آپ بلا جھجک مجھ سے رابطہ کرسکتی ہیں نہ کوئی ٹائم کی پابندی ہے نہ کوئی غیروں والی بات ہے۔'' ارمان اٹھتے ہوئے اس سے کہنے لگا تو خوش بخت کے اندر ڈھیروں ڈھیر اطمینان اتر آیا اور پھر اس کے یہاں آجانے اور یوں اکیلے رہنے کی کہانی ادھوری چھوڑ کر ارمان اس کو وہیں چھوڑ کر واپس آکسفورڈ چلا گیا۔

❁......❁......❁

''وجاہت علی شاہ اور ماں کے درمیان لڑائی ہے اور......!''

''وہاٹ کیوں؟'' وہ دونوں آکسفورڈ کے لیے نکل چکے تھے اور ایم ون پر اسپیڈ کو بڑھاتے ہوئے حیدر نے ارمان کو بتایا تو وہ یک دم اس کی طرف دیکھ کر بولا۔

''یار پہلے تھوڑے مسئلے تھے جو انہوں نے بھی لڑائیاں شروع کردی ہیں۔'' ارمان تلخی سے بولا۔

''اگر ذرا سا جذبات کو کنٹرول کرو تو میں پوری بات بتا دوں؟'' حیدر نے اس کے تیکھے انداز کو دیکھ کر کہا تو ارمان نے لب بھینچ لیے۔

''اور لڑائی کے سائیڈ افیکٹ ہم سب کے حق میں بہتر ثابت ہوئے ماں نے وجاہت سر کو جو آئینہ دکھایا محض چند باتوں کے بعد ہی وجاہت سر صدیقی مینشن پہنچ گئے اور پچھلے دس سال کے اپنے رویے کی معافی مانگی اور میم کو واپس چاندی نگر بلانے کی درخواست کی'' ریئلی یہ تو سچ کہہ رہا ہے۔'' ارمان خوشگوار حیرت کے ساتھ ڈرائیونگ کرتے حیدر کی طرف مڑا۔

''ہاں سو فیصد سچ۔'' حیدر ہنستے ہوئے بولا۔

''کمال ہوگیا، تسلیم آنٹی نے تو بہت ہمت دکھائی امید نہیں تھی کہ آنٹی اتنی اچھی طرح ہدایات پر عمل کرسکیں گی۔'' ارمان ابھی تک بے یقین تھا۔

''ہاں شاید وہ بھی اب تھک چکی ہیں جدائی سہتے سہتے اور حالات سے جنگ کرتے کرتے۔'' حیدر گہرا سانس لے کر بولا تو ارمان نے اسے دیکھا۔

''تو پھوپو جانی آپ کا کیا فیصلہ ہے؟'' ارمان اور حیدر رات گئے واپس پہنچے تو انتہائی تھکن کی وجہ سے سیدھے بیڈ پر ہی گئے تھے اب وہ دونوں ناشتے سے فارغ ہوئے تو ارمان فضلاں بی سے ان کا ارادہ جاننے کے لیے ان کے پاس آبیٹھا، صبح صبح عروہ کی زبانی اس تک یہ اطلاع بھی پہنچ چکی تھی کہ وجاہت علی شاہ نے فضلاں بی کو کال کی ہے لیکن دونوں میں کیا باتیں ہوئی اس بات سے کوئی بھی باخبر نہیں تھا۔

''میں پاکستان جانے کے لیے تیار ہوں لیکن میری ایک شرط ہے۔'' فضلاں بی اپنی شال کو سیٹ کرتی ہوئی

سپاٹ چہرے کے ساتھ بولی تو جہاں ارمان کو ان کی پہلی بات پر خوشی ہوئی تھی وہاں شر کا سن کر یکلخت خاموش ہو کر دیکھنے لگا۔

"کیسی شر پھوپو جان۔" ارمان نے حیدر کو دیکھا تھا جو متزلزل نظروں سے فضلاں بی کو ہی دیکھ رہا تھا۔

"میں چاندی نگر نہیں جاؤں گی نہ ہی صدیقی مینشن۔"

"تو کہاں جانا ہے آپ نے؟" ارمان متعجب نظروں سے استفسار کرنے لگا۔

"میں الگ گھر میں رہوں گی حیدر کے ساتھ۔" فضلاں بی نے حیدر کو دیکھا۔

"میں ہمیشہ آپ کے ساتھ ہوں میم۔" حیدر نے ان کا مان رکھا تھا۔

"یہ کیا بچوں جیسی باتیں کر رہی ہیں آپ پھوپو جانی۔" یکلخت ارمان بھڑکا تھا۔

"ریان کس کے پاس رہے گا۔"

"جہاں وہ اب ہے وہاں ہی۔" فضلاں بی نے سفاکانہ انداز میں کہا تو ارمان نے خاموش ہو جانے میں عافیت سمجھی۔

"ٹھیک ہے آپ جانے کی تیاری کریں حیدر تم ٹکٹس وغیرہ کا پتا کرو کہ کب تک کی مل سکتی ہیں۔" سپاٹ لہجے میں کہہ کر ارمان وہاں سے اٹھ کر باہر نکل گیا تھا اور فضلاں بی نے لب بھینچ کر حیدر کی طرف دیکھا تھا جو پر سوچ لکیریں ماتھے پر سجائے بیٹھا تھا۔

❁......❁......❁

"کبھی کبھی زندگی ہم سے سب کچھ چھین کر ہمیں ایک ایسے دوراہے پر لا کھڑا کرتی ہے جہاں دور، دور تک سوائے اندھیرے کے اور کچھ نہیں ہوتا ہے۔ ایسے گھپ اندھیرے میں جو چیز ہمارے لیے روشن راستے مہیا کرتی ہے ہمیں اندھیری راہ گزر پر قدم بڑھانے پر مجبور کرتی ہے وہ اللہ پاک کی ذات ہے ہمارا یقین کہ اندھیرے کے بعد روشنی ہر حال میں ہوتی ہے۔ جس نے یہاں لا کھڑا کیا ہے وہ آگے بھی ہمت دے گا اور ہم کامیاب ہوں گے آزمائش میں صبر ہی ہمارے ایمان کی پختگی کی علامت ہوتی ہے میں بہت خوش تھی میری محبت کو اللہ تعالیٰ نے بغیر کسی رکاوٹ کے میرا مقدر بنا دیا تھا وہ دن محض چند دن میں نے اپنی زندگی میں پہلے کبھی نہیں جیے تھے۔" ارمان اپنے موبائل پر آئے میسجز کو پڑھ رہا تھا۔

"ابھی میں اپنے اندر ان خوشیوں کو جذب بھی نہ کر پائی تھی کہ میری محبت مجھ سے چھین لی گئی۔ بلال کاظمی ایک روڈ ایکسیڈنٹ میں...... مجھے اتنی بھی مہلت نہ دے سکے کہ میں ان کی لمبی زندگی اور صحت یابی کے لیے دعا تو کر سکتی۔ محض چند پل لگے تھے میری دنیا کو اندھیرے کی نذر ہونے میں اور پھر میں ایک روایتی عزم کی زد میں آ گئی جب ہم سے منسوب لوگ کسی نقصان کی زد میں آنے لگتے ہیں تو ہمارا معاشرہ بنا سوچے سمجھے بنا اس انسان کے جذبات کو سمجھے اس ایک انسان پر منحوس ہونے کا ٹھپہ لگا کر نجانے کس بات کا بدلہ لیتے ہیں۔" ارمان کے ماتھے کی سلوٹوں میں چنداں اضافہ ہوا تھا۔

"میری فیملی بھی ان الزامات کی زد میں آنے لگی، میری بہن رافعہ نے ہمیشہ میرا ساتھ دیا تھا لیکن شاید وہ بھی تھک گئی تھی یا شاید میں واقعی......!" اس کے ادھورے لفظ نے ارمان پر اس کی بات واضح کر دی تھی وہ لب بھینچ کر رہ گیا۔

"بمشکل خود کو سنبھال کر میں نے جاب اسٹارٹ کی تو وہاں اتفاق سے یو کے کے لیے جاب کی آفر کے متعلق سنا اور کوشش کی اور اب یو کے میں ہوں پچھلے تین ماہ سے۔"

ارمان نے کچھ دیر اور انتظار کیا اور کوئی میسج نہیں آیا تھا یقیناً وہ اپنی بات ختم کر چکی تھی ارمان کے پاس ایک لفظ تک نہ تھا کہنے کے لیے یوں بھی اب شاید وہ کافی حد تک سنبھل بھی چکی تھی تو ارمان دوبارہ اس قصے کے حوالے سے کوئی سوال و جواب کر کے اس کو مزید کسی رنج سے دوچار نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اس لیے چند رسمی تسلی کے لفظوں سے زیادہ وہ کچھ نہ کہہ سکا اور پھر...... ایک محتاط انداز میں خوش بخت ارمان سے مسئلے شیئر کرنے لگی ارمان ہر ممکن طریقے سے اس کی

رہنمائی کر رہا تھا خوش بخت دوسرے گھر میں شفٹ ہوگئی اور وہ قدرے بہتر تھا۔
''مالک مکان نے گھر کا کرایہ لینے سے انکار کر دیا ہے۔'' حیرت میں ڈوبا خوش بخت کے میسج پر ارمان مسکرایا تھا۔
''اچھا تو......!''
''تو یہ کہ ایسے کیسے ہوسکتا ہے میں نے کرائے کے پیسے رکھے ہوئے ہیں۔'' خوش بخت واقعی حیران تھی۔
''کبھی کبھی معجزے ہوجایا کرتے ہیں اور کرائے کے پیسے آپ اپنی دوسری ضرورتوں کے لیے رہنے دیں گھر کے معاملے میں کسی قسم کی پریشانی کی ضرورت نہیں۔'' ارمان کے میسج پر خوش بخت پر سوچ نظروں سے موبائل کی اسکرین کو دیکھنے لگی۔
''شکریہ۔'' محض ایک لفظ کے میسج پر ارمان کھل کر مسکرایا تھا۔
اور پھر ان لوگوں کی پاکستان جانے کی تیاری ہونے لگی۔ حیدر ابھی نہیں جاسکتا تھا کیونکہ اس کی اسٹڈیز ابھی باقی تھی۔ فضلاں بی کو ارمان نے اپنے ساتھ چلنے کے لیے راضی کرلیا تھا۔
''میں کل بریڈفورڈ آرہا ہوں اور آپ میرے ساتھ آکسفورڈ آئیں گی۔'' ارمان کی کال کو ریسیو کیا تو سلام دعا کے بعد اس کے سوال نے اس کو ٹپٹا دیا۔
''میں آکسفورڈ کیوں؟'' وہ متجسس ہوکر اس سے پوچھنے لگی۔
''میں آپ کو پھوپو جانی سے ملوانا چاہتا ہوں ہفتے تک ہم واپس پاکستان جارہے ہیں تو آپ مل لیں پھوپو جانی سے۔'' ارمان اس سے کہنے لگا۔
''پاکستان واپس جارہے ہیں۔'' وہ یک دم پریشان ہوئی۔
''لیکن میں یہاں اکیلی......!'' خوش بخت نے ایک دم اپنے الفظ کو روک لیا تھا اور ارمان چونکا تھا۔
''مس خوش بخت آپ پاکستان چلیں گی۔'' وہ بولا تو نجانے کیوں خوش بخت کو محسوس ہوا جیسے وہ کچھ اور کہنا چاہتا تھا۔
''میرا ویزہ ایک سال کا ہے۔'' وہ پاکستان جانے پر آمادہ نہ تھی لیکن ارمان کے پاکستان جانے پر افسردہ بھی ہوگئی تھی۔
''آپ پریشان نہ ہوں ان شاء اللہ سب بہتر ہوگا۔'' ارمان اس کو تسلی دینے لگا لیکن وہ اسی طرح رنجیدگی کے حصار میں رہی اور پھر فون بند کردیا اور ارمان مزید سوچنے لگا لیکن فی الوقت اس سے کچھ بھی کہنا مناسب نہ سمجھا۔

❁......❁......❁
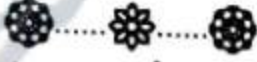
''پھوپو جانی یہ مس خوش بخت ہیں آپ سے ملنا چاہ رہی تھیں۔'' دوسرے دن ارمان مصروفیت کی وجہ سے بریڈفورڈ نہ جاسکا تھا لیکن خوش بخت آکسفورڈ پہنچ گئی تھی۔
''میں پاکستان سے یوکے اکیلی آسکتی ہوں تو بریڈفورڈ سے آکسفورڈ کیوں نہیں؟'' جب ارمان نے اسے اپنی مصروفیت کا بتا کر ٹرین کے ذریعے آکسفورڈ آنے کے لیے کہا تو خوش بخت یک دم مان گئی کہ وہ خود بھی ارمان کے ساتھ اتنا لمبا سفر کرنے کے خیال سے من ہی من گھبرا رہی تھی۔
اور یوں وہ بذریعہ ٹرین اب آکسفورڈ پہنچ چکی تھی ارمان اس کو ٹرین اسٹیشن سے پک کرکے سیدھا گھر لایا تھا اور اس کے تعارف پر فضلاں بی سے ملاقات کی خواہش پر اس نے حیرت سے ارمان کو دیکھا۔
''یوں ہی پھوپو جانی آپ کے بارے میں بہت سنا تھا تو اس لیے شوق تھا کہ آپ سے ملوں۔'' خوش بخت نے ارمان کی بات کو جاری رکھا تو وہ مسکرانے لگا۔ ستائش بھری نظروں سے اسے دیکھا لیکن اب وہ فضلاں بی کی طرف متوجہ تھی۔
''میرے بارے میں سنا ہے۔'' فضلاں بی نے مشکوک نظروں سے ارمان کو دیکھا تھا۔
''ہاں۔'' خوش بخت نے کہا اور پھر مختصر اپنا تعارف کرایا۔ خوش بخت بہت عرصے بعد کھل کر ہنسی تھی اطمینان

سے کھانا کھایا تھا فضلاں بی کو اپنی خوب صورت نیچر، دھیمے، انداز اور اچھے اخلاق سے کافی متاثر کرلیا تھا۔

"بہت دیر سے ملاقات کرائی اس بد تمیز نے اب دو ہفتے تک تو میں نے پاکستان چلے جانا ہے ناں۔" فضلاں بی گرین ٹی کپ میں ڈال کر اس کی طرف بڑھا کر بولی تو ارمان نے خوش بخت کو دیکھا جو یک لخت بجھ سی گئی تھی۔

"مجھے بھی اب افسوس ہو رہا ہے پہلے ملاقات ہوتی تو میں بھی آکسفورڈ آجاتی، آپ کے ساتھ رہتی۔" خوش بخت فرط جذبات سے بھرپور لہجے میں بولی تو فضلاں بی نے ارمان کو دیکھا۔

ارمان پرشوق نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا اور من ہی من خوش بھی ہو رہا تھا کہ فضلاں بی وہی سمجھ رہی تھیں جو وہ ان کو بتانے کی کوشش میں خوش بخت کو ان سے ملانے لایا تھا۔

"کوئی بات نہیں بیٹا تم پاکستان چلو ہمارے ساتھ۔" فضلاں بی نے بھی اسے دعوت دی تو اس نے ارمان کو دیکھا جو مسکرا رہا تھا۔

اور پھر خوش بخت دو دن آکسفورڈ رک کر واپس بریڈ فورڈ گئی ایک عجیب سا بوجھ اور ایک انجانی خواہش بھی اس کے ہمراہ تھی۔

❀.........❀.........❀

"نہیں پھوپو جانی یہ زیادتی ہے اگر آپ نے یہ فیصلہ لیا ہے کہ آپ وجاہت انکل کی غلطی کو معاف کر رہی ہیں تو پھر انہیں یہ موقع بھی دینا چاہیے کہ وہ اس کا کفارہ ادا کرسکیں۔" ارمان اور فضلاں بی پاکستان پہنچ چکے تھے اور فضلاں بی اپنی ضد پر قائم تھیں۔ لیکن وہ ہر بات کو ان سنی کر رہی تھیں۔ بشیر، انجم، ارمان، عروہ، نازنین اور ناہید نے ہر ممکن طریقے سے ان کو سمجھانے کی کوشش کی لیکن وہ نجانے کون سی ضد کو لیے بیٹھی تھیں یہاں تک کہ تسلیم اور اللہ بخش نے بھی ان کو چاندی نگر چلنے کے لیے کہا لیکن ان کی نہ ہاں میں نہیں بدلی۔

انہوں نے ابھی تک ریان علی شاہ سے بھی ملاقات نہ کی تھی نہ ہی وجاہت کا سامنا کیا تھا۔

"ڈیڈ پھوپو جانی کو ان کے حال پر چھوڑ دیں۔" ارمان نے بشیر اور انجم کو پریشان دیکھ کر کہا تھا۔

"میں کل پرسوں تک چاندی نگر جاتا ہوں اور وجاہت انکل اور ریان کو ساتھ لے کر آؤں گا۔ جب تینوں کا آمنا سامنا ہوگا تو یقیناً پھوپو جانی کا دل پگھل جائے گا۔" ارمان قدرے سنجیدگی سے بولا تو انجم نے کچھ کہنا چاہا لیکن پھر خاموشی اختیار کرلی اور بشیر بھی ارمان کی بات سے متفق تھے۔

"آپا کیا آپ کو ریان سے بھی نہیں ملنا؟" چائے سرو کرتی نازنین نے فضلاں بی سے پوچھا تو یک دم وہ نظریں جھکا گئیں۔

"آپا آپ ہم سب کے لیے ہمیشہ خاص رہی ہیں آپ یہاں نہیں تھیں تو آپ کے بھائی ہر وقت آپ کے بارے میں فکرمند رہتے تھے ہمارا وہی لمحہ سکون سے گزرتا تھا جب ارمان آپ کے پاس جاتا تھا اس کے علاوہ ہر وقت آپ کے لیے سب ہی پریشان رہتے تھے یہ آپ پر کوئی احسان نہیں تھا نہ ہی میں یہ جتا رہی ہوں میں صرف آپ کو یہ کہہ رہی ہوں کہ اپنی ضد میں اپنے بیٹے کے ساتھ بھی زیادتی کر رہی ہیں۔" نازنین نے فضلاں بی کی طرف دیکھ کر ان سے کہا تھا اور آج اس نے ان کے چہرے پر ایک نرمی دیکھی تھی جبھی ہمت جتا پائی تھی۔

"وہ میرا بیٹا نہیں ہے وہ تو میرے وجود سے بھی بے خبر ہے۔" فضلاں بی چائے کا سپ لے کر مدہم آواز میں بولی۔

"وہ بے خبر ہے کہیں آپ تو نہیں ناں؟ اور وہ آپ کے وجود سے بے خبر نہیں ہے اگر آپ چاندی نگر جائیں گی تو آپ جان سکیں گی کہ وہاں کا ذرہ ذرہ فضلاں بی کا منتظر ہے۔" ناہید بھی وہاں آ بیٹھی تھی اس کی بات پر نازنین نے تائیدی نظروں سے اسے دیکھا۔

"جو لوگ ہماری زندگی کا حصہ ہوتے ہیں ناں وہ ہمارے چاہنے سے یا نوچ کر پھینک دینے سے بھی ہماری

زندگی سے نہیں نکلتے کہیں نہ کہیں کسی نہ کسی موڑ پر وہ ہماری ذات کا حوالہ بن جاتے ہیں اور ہم چاہ کر بھی ان سے دامن نہیں جھٹک سکتے۔ آپ اریان علی شاہ آپ کی راہ دیکھ دیکھ کر یہاں تک پہنچا ہے ہمیں نہیں پتا وجاہت علی شاہ بھائی نے آپ سے کیا کہا ہے لیکن ہم نے ان کی آنکھوں میں ندامت دیکھی ہے۔ اپنی جلدی بازی اور غصے سے کیے گئے فیصلے پر پچھتاتے بھی دیکھا ہے۔'' نازنین فضلاں بی کو سب بتارہی تھی اور وہ خاموشی سے سن رہی تھیں۔

''فضلاں بی میں...... مجھے...... ایک موقع دو، میں اپنی غلطی سدھارنا چاہتا ہوں آج ایک بار پھر مجھے تمہارے ساتھ کی ضرورت ہے میرا چاندی نگر بکھر رہا ہے فضلاں بی میرا، ہمارا بیٹا فضلاں بی واپس آجاؤ اور مجھے پہلے کی طرح سنبھال لو۔'' وجاہت علی شاہ کے چند الفاظ نے اس کے اندر جیسے روح پھونکی تھی لیکن وہ خاموش تھی اور ابھی تک خاموش تھی آج نازنین اور ناہید کی باتوں کو سن کر وجاہت کے لفظوں کی بازگشت بھی اونچی ہورہی تھی ریان کی محبت میں تڑپ بھی واضح ہونے لگی تھی ممتا کی محبت کا سمندر پھر چھل مارنے لگا تھا لیکن وہ وجاہت علی شاہ کی آمد کی منتظر تھی اور پھر وہ آگئے۔

❀......❀......❀

''سنو، تمہیں کچھ بتانا ہے۔'' وہ سیڑھیوں پر بیٹھی موبائل کے ساتھ مصروف تھی جب وہ اس کے پاس آکھڑا ہوا۔

''ہاں جی فرمائیے۔'' وہ استہزائیہ انداز میں بولی۔

''ایک لڑکی ہے دیوانی سی۔'' ارمان دلکشی سے مسکراتے ہوئے بولا تو عروہ نے چونک کر اسے دیکھا۔

''اور اس لڑکی پر تم مرتے ہو۔'' عروہ نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا تو وہ کھسیانہ سا ہنس دیا۔

''کتنے بڑے فراڈیے ہو نا تم کون ہے بتاؤ، اور میں تمہیں بتارہی ہوں میں تمہارے اس چکر کو گھر تک نہیں لانے والی۔ تم خود ہی ہینڈل کرو۔'' وہ اس کے چھپانے پر روٹھے انداز میں بولتی اٹھ کھڑی ہوئی۔

''تم اگر ایک قدم بھی پیچھے ہٹی ناں تو میں تمہاری ٹانگیں توڑ دوں گا۔'' ارمان نے اس کو دھمکی دی حالانکہ وہ سب کچھ خود طے کرچکا تھا۔ ڈیسائیڈ کرلیا تھا کہ اسے کیا کرنا ہے۔ ابھی تک اس نے اپنی ایک بھی بے قراری کو اس پر عیاں نہیں کیا تھا کیونکہ ابھی مناسب وقت بھی نہیں آیا تھا عروہ کی مدد کی اسے کہیں بھی ضرورت نہ تھی لیکن دونوں کی دوستی میں اس مدد کا بہت بڑا ہاتھ تھا اگر وہ اپنا یہ معاملہ عروہ سے چھپالیتا تو یقیناً دونوں کے درمیان ایک سرد جنگ شروع ہوجاتی...... ارمان کی دھونس اور استحقاق کو عروہ نے مسکرا کر قبول کیا تھا۔

''اچھا بتاؤ کیا کرنا ہے۔'' اپنی تفتیشی نیچر کے باعث عروہ نے زیادہ نخرہ نہیں دکھایا اور متجسس انداز میں اس سے پوچھنے لگی تو ارمان نے مناسب الفاظ میں ساری تفصیل اسے بتادی۔ خوش بخت کے نکاح سے لے کر بلال کی ڈیتھ تک پاکستان سے اس کے یوکے جانے کی داستان اور پھر اپنی ملاقات۔

''وہ ابھی کہاں ہے۔'' ساری باتیں سننے کے بعد عروہ نے اس سے پوچھا۔

''یوکے میں ہے ابھی۔'' ارمان قدرے سنجیدہ لہجے میں اس کو بتانے لگا۔

''پھوپو جانی سے اس کی ملاقات کرائی تھی۔'' ارمان نے بتایا تو عروہ نے اسے دیکھا۔

''اوہ اچھا تو اسی لیے پھوپو جانی تائی امی سے کہہ رہی تھیں کہ اب ارمان کی شادی بھی کرنی ہے۔'' عروہ فضلاں بی کی بات اس سے شیئر کرنے لگی تو وہ حیران ہوا۔

''مطلب کہ پھوپو جانی کو وہ اچھی لگی ہے۔'' ارمان کو خوشگوار حیرت نے آن گھیرا تھا۔

''ہاں شاید کچھ کلیئر تو نہیں کیا تھا نہ ہی کسی کا نام لیا تھا۔'' عروہ مزید بولی۔

''ہاں مجھے بھی کچھ نہیں کہا تھا۔''

''اچھا تو تمہارا اب کیا پلان ہے۔'' عروہ اس سے پوچھنے لگی۔

''اس کو وہاں پر گھر میں کافی ایشوز ہو رہے ہیں اور اپ سیٹ ہے تو میں حیدر کے فائنل سمسٹر کا انتظار کر رہا ہوں۔ اس کے امتحان ہو جائیں تو میں یو کے جاؤں گا اور پھر کوشش کروں گا کہ مس خوش بخت کو پاکستان لے آؤں لیکن میں چاہتا ہوں کہ اس دوران اس کی فیملی سے مل لیا جائے اور سارے معاملات طے ہو جائیں۔'' ارمان نے اپنے ارادے سے آگاہ کیا تو عروہ نے پرسوچ نظروں سے اسے دیکھا۔

''اور اس سب کے لیے تم سے بہتر کوئی بھی نہیں جو میری ہیلپ کر سکے۔'' ارمان نے اس کو دیکھ کر صاف گوئی سے کہا تو عروہ مسکرانے لگی۔

''او کے باس، دوستی کی ہے نبھانی تو پڑے گی۔'' عروہ نے فرضی کالر جھاڑ کر کہا تو ارمان ہنسنے لگا۔

''کم فلمیں دیکھا کرو کہ تھوڑے ڈائیلاگ یاد ہوں۔'' ارمان نے اس کے ڈائیلاگ پر طنز کیا۔

''اور کام ہونے کی صورت میں میرا کمیشن؟'' عروہ نے ہاتھ پھیلایا۔

''اگر کمیشن ہی دینا ہے تو میں کسی پروفیشنل بندے کو ہائر کر لوں نا تمہارا کیا فائدہ؟'' ارمان نے اس کو چھیڑا تو وہ ابرو اچکا کر اس کو دیکھنے لگی۔

''اچھا چلو میں اپنا جگری یار تمہیں کمیشن کے طور پر دے دیتا ہوں۔'' ارمان نے شریر لہجے میں کہا تو عروہ ٹپٹا گئی۔

''تم رہنے دو میں کردوں گی بغیر کمشین کے ہی۔'' وہ رخ موڑ کر بولی تو ارمان نے قہقہہ لگایا۔

''مجھے بہت خوشی ہے کہ تم نے ایک اچھا فیصلہ کیا ہے حیدر بہت اچھا ہے اور مجھے پوری امید ہے کہ وہ بہت مخلص بھی ہے اور سب سے اچھی بات یہ ہے کہ......!'' ارمان کے خاموش ہونے پر عروہ نے پلٹ کر اسے دیکھا۔

''کہ۔''

''کہ......!'' ارمان مسکرایا تھا۔

''میں نے بابا جان سے بات بھی کی ہے انکل سائیں بخش کو راضی کر لیا ہے اور بہت جلدی سب ٹھیک ہو جائے گا۔'' عروہ کے لیے یہ اطلاع واقعی حیران کن تھی۔

''تمہیں نہیں بتایا حیدر نے۔'' ارمان اس کے تاثرات سے محظوظ ہوتا ہوا پوچھنے لگا۔

''نہیں تو۔'' وہ فقط اتنا ہی کہہ سکی۔

''او اچھا تو اب تم بھی اس بات کو اپنے تک ہی رکھنا میں سمجھا تھا کہ تم کو بتایا ہے لیکن وہ اپنے پاکستان آنے تک اس بات کو ڈس کلوز نہیں کرنا چاہتا ہوگا۔''

ارمان نے اسے کہا تو عروہ نے اثبات میں سر ہلایا لیکن دل ایک عجیب خوشگوار انداز میں دھڑکا تھا۔

❀ .... ❀ .... ❀

فضلاں بی وجاہت کے ہمراہ چاندی نگر واپس چلی گئی تھیں، ریان پہلے پہل فضلاں بی کی طرف متوجہ نہ ہوا تھا لیکن جلد ہی فضلاں بی اور وجاہت نے اسے ایک مکمل فیملی کا احساس دلایا اور اب چاندی نگر ایک بار پھر اسی گھما گہمی اسی محبت اور اس بہار کے ساتھ دیکھنے والی آنکھ کو مسحور کر رہا تھا۔

صدیقی مینشن میں بظاہر تو کوئی پریشانی نہ تھی لیکن فضلاں بی کی ناکام زندگی کے باعث بشیر اور انجم کافی مغموم رہتے تھے۔

حیدر کی اچانک پاکستان واپسی نے سب سے زیادہ ارمان کو حیران کیا تھا۔

''کیا میں اندر آ سکتا ہوں؟'' وجاہت اور فضلاں بی شام کی چائے سے لطف اندوز ہو رہے تھے کہ حیدر کی آواز پر فضلاں بی نے یکلخت وجاہت کو دیکھا۔

''ہاں ہاں آؤ۔'' وجاہت خوش دلی سے بولے۔

''تھینک یو۔'' حیدر اپنے مخصوص انداز میں چلتا ان تک آیا فضلاں بی نے اسے دیکھا۔

''سر یہ آپ کے لیے۔'' حیدر نے ہاتھ میں پکڑی ایک فائل ان کی طرف بڑھائی تو فضلاں بی کے ساتھ ساتھ وجاہت نے بھی نہایت حیرت سے اسے دیکھا تھا۔

''یہ کیا ہے؟'' وجاہت فائل پکڑ کر اس سے

پوچھنے لگے۔
"آپ خود ہی دیکھ لیں۔" حیدر اسی دھیمے لہجے میں بولا تو فضلاں بی نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا لیکن وہ ان کی طرف متوجہ نہ تھا آج اس کے چہرے پر اطمینان تھا۔
"یہ...... یہ تو......!" وجاہت فائل میں لگے پیپر کو پڑھتے ہوئے حیدر کی طرف دیکھ کر کہنے لگے تو فضلاں بی یک دم اٹھ کر وجاہت کے پاس آئیں اور فائل ان کے ہاتھ سے لے لی۔
"آپ کا نام میری پہچان نہیں تھی سر، وہ صرف اور صرف ایک کاغذی کارروائی تھی جو میم نے ہمدردی کی انتہا کو چھوتے ہوئے کی تھی۔
"حیدر اللہ بخش۔" فضلاں بی نے نام کو دیکھ کر حیدر کی طرف دیکھا۔
"میم میں نے آج کے دن کا انتظار بہت شدت سے کیا تھا ایک دن میں نے یہاں کھڑے ہو کر آپ سے آپ کا سب کچھ چھنتے ہوئے دیکھا تھا لیکن چند لفظوں سے زیادہ کچھ نہ کہہ سکتا تھا لیکن میں نے اپنے آپ سے وعدہ کیا تھا کہ یہاں ہی کھڑے ہو کر آپ کو وہ سب کچھ لوٹاؤں گا جو میری وجہ سے آپ سے چھین لیا گیا ہے۔" فضلاں بی کی آنسوؤں بھری آنکھوں کو دیکھتے ہوئے حیدر نے کہا تھا۔
"حیدر بیٹا آئی ایم سوری۔" وجاہت کا نرم لہجہ حیدر کے ساتھ ساتھ فضلاں بی کے لیے بھی نیا تھا۔
"نہیں سر، آپ کا ری ایکشن اور فیصلہ یقیناً صحیح تھا، مجھے وقت لگ گیا تھا یہ سب چینج کرانے میں، میں اپنے نام کے ساتھ اپنے بابا کا نام ہی رکھنا چاہتا تھا اور آپ کا نام صرف اور صرف ریان کے لیے ہے۔" فضلاں بی نے حیدر کی طرف دیکھا تھا آج اس کے چہرے پر ان کو یاسیت یا احساس کمتری کا کوئی سایہ نہ دکھائی دے رہا تھا۔
"آج میں جس مقام پر ہوں وہ یقیناً آپ کے نام کی بدولت ہے۔ میم نے اپنی بہت سی خوشیاں قربان کر کے مجھے اس مقام تک پہنچایا ہے لیکن میں اب آپ کے نام کا بوجھ اور میم کی مزید کسی خوشی کو قتل نہیں کر سکتا۔" حیدر کے الفاظ، وجاہت کے اندر کسی اطمینان کی مانند اتر رہے تھے اور فضلاں بی بھی سرخرو ہو رہی تھیں۔
"میم۔" ابھی حیدر نے اپنی بات ختم بھی نہ کی تھی کہ تسلیم اور سائیں اللہ بخش بھی وہاں آ گئے۔
"میم، حیدر پر آپ کے بہت سے حق ہیں ہم یہاں ایک درخواست لے کر آئے ہیں۔" سائیں اللہ بخش بولا تو وجاہت نے چونک کر دیکھا فضلاں بی دلکش مسکراہٹ چہرے پر سجائے ان کو دیکھ رہی تھیں۔
ارمان نے پہلے ہی فضلاں بی کو حیدر اور عروہ کے حوالے سے ساری تفصیل سے آگاہ کر دیا تھا اور وہ جانتی تھیں کہ اس پل تسلیم اور اللہ بخش کس درخواست کی بابت حاضر ہوئے ہیں فضلاں بی نے وجاہت کو دیکھا جو نہایت پرشوق نظروں سے انہیں دیکھ رہے تھے۔
"آپ کی ہنسی آج بھی اتنی ہی دلکش ہے کہ اس وقت تخلیہ کہنے کو دل چاہ رہا ہے۔" وجاہت مدہم سرگوشی میں بولے تو فضلاں بی بلش ہو گئیں اور پھر ان کو اس رشتے کے بارے میں بتانے لگی۔
"میم آپ ہی سب کچھ کرنے والی ہیں۔" تسلیم پر مسرت انداز میں بولی۔
"یقیناً ہم سب کریں گے۔" فضلاں بی سے پہلے وجاہت نے کہا تو وہ سب ہنس دیے۔
"لیکن ایک شرط ہے۔"
"وہ کیا؟" فضلاں بی متجسس لہجے میں بولی۔
"آج سے تم سب فضلاں بی کو میم نہیں کہو گی نہ مجھے صاحب جی۔" وجاہت کی اس پابندی ہٹانے پر ایک اطمینان چاروں طرف پھیل گیا۔
"اب ہمیں یہ نفرت اور اونچ نیچ کی دیوار کو گرا دینا چاہیے۔ بھئی بہت سال سے چاندی نگر بچی خوشیوں کے لیے ترس رہا ہے اب نہیں۔" وجاہت کی فراخ دلی اور بشاشت پر سب حیران ہوئے تھے اور پھر آج برسوں بعد چاندی نگر میں چراغاں ہونے جا رہا تھا۔

صدیقی مینشن میں بھی وجاہت نے فیصلے کے ایک بہت خوشگوار ہلچل مچا دی تھی۔ عروہ نے ارمان کا بھرپور ساتھ دیا تھا اور خوش بخت کے لیے سب کو منا لیا تھا۔
اس کے گھر میں بھی آنا جانا شروع تھا اور شیرازی ہاؤس کو اپنی بیٹی کے لیے ایک ایسی جگہ مل رہی تھی جہاں وہ خوش رہ سکتی تھی۔
''خوش بخت تک جب یہ خبر پہنچی تو وہ حقیقتاً پریشان ہوگئی۔
''ارمان مجھے آپ کی مدد کی ضرورت ہے۔'' دوسرے لمحے وہ ارمان کی طرف میسج کر رہی تھی۔
''کاش آپ کہتی مجھے آپ کی ضرورت ہے۔'' ارمان نے ڈھیر ساری شرارتی سمائلی فیس کے ساتھ میسج بھیجا تو خوش بخت حیران رہ گئی۔
''مذاق نہیں۔'' وہ فقط اتنا کہہ سکی۔
''سوری، اچھا بتائیں کیا ہوا ہے۔'' دوسرا میسج حسب معمول سنجیدگی لیے ہوئے تھا۔
''میری فیملی نے میرے لیے کوئی رشتہ دیکھا ہے اور وہ فائنل کر رہے ہیں۔'' خوش بخت کے میسج نے ارمان کو حیران کیا تھا۔
''اچھا تو......!''
''آپ نے کہا تھا آپ یوکے آؤ گے؟''
''ہاں میں نے اگلے ہفتے کی سیٹ کنفرم کرائی ہے وہاں پھوپو جانی کے گھر کا مسئلہ حل کرنا ہے تو پھر ملاقات ہوگی۔''
''اچھا ٹھیک ہے۔ یہاں بھی کرائے کا مسئلہ بن گیا ہے اور مجھے سمجھ نہیں آ رہی ہے اوپر سے گھر والوں نے یہ ایشو شروع کر دیا۔'' خوش بخت اچھی خاصی زچ ہوئی تھی۔
''اچھا فکر نہ کریں سب ٹھیک ہو جائے گا میں اگلے ہفتے آتا ہوں تو پھر سارے مسئلے حل کردوں گا، تب تک آپ ریلیکس رہیں۔'' ارمان اس کو تسلی دے رہا تھا۔
''انتظار رہے گا آپ کا۔'' خوش بخت یک دم سارے بوجھ سے آزاد ہوگئی تھی۔
''مجھے بھی۔'' ارمان نے دو لفظ لکھ کر سینڈ کا بٹن دبا دیا اور خوش بخت کی دھڑکن میں ایک انجانا سرور اترنے لگا۔
''کتنی بار منع کیا ہے کہ مجھے آپ کا اس طرح بے بسی کی تصویر بنے رہنا قطعاً اچھا نہیں لگتا ہے مجھے تکلیف ہوتی ہے آپ کے اس حلیے میں رہنے سے۔'' وہ اس کے ملگجے کپڑوں، بکھرے بالوں اور بے رنگ آنکھوں کی طرف دیکھ کر انتہائی ترش انداز میں اس سے مخاطب تھا اس نے ڈبڈبائی نظروں سے اسے دیکھا۔
''کیوں مجھے بار بار تکلیف دیتی ہیں؟'' اس کے پژمردہ چہرے پر نظریں جمائے بے بسی سے بولا۔
''آئی...... آئی ایم...... سوری......!'' گلے میں اٹکے آنسوؤں کے گولے کو نگلتے ہوئے وہ بمشکل بول پائی تھی۔
''آج کے بعد آپ پر کڑی نظر رکھنی پڑے گی۔'' اس کے چہرے پر پھیلی یاسیت کو دیکھتے ہوئے اس نے قدرے شوخ لہجے کو اپنایا تھا۔
''آپ پر اعتبار کر کے میں نے غلطی کی تھی۔'' ارمان پھر بولا تو اس کے الفاظ پر اس کی آنکھوں میں مچلتا پانی سارے منہ توڑ کر اس کے گالوں پر بہنے لگا ارمان نے تڑپ کر اسے دیکھا۔
''مذاق کر رہا ہوں ناں۔'' وہ مدہم آواز میں بولا تو یکلخت اس نے اپنی ہتھیلیوں سے اپنے رخسار کو رگڑا تھا۔
''سوری۔'' وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولی۔
''آپ کب پہنچے یہاں۔'' وہ گیلی پلکوں سے اس کی طرف دیکھ کر اس سے پوچھنے لگی۔
''مجھے پانچ دن ہوگئے ہیں آکسفورڈ کے سارے کام کو حل کر کے یہاں آیا ہوں آپ کی بھی سیٹ میں نے کنفرم کرا دی ہے آپ میرے ساتھ پاکستان چل رہی ہیں۔'' ارمان بیٹھنے کے لیے جگہ کی تلاش میں اِدھر اُدھر دیکھتے ہوئے انتہائی بے پروا انداز میں اس کو بتا رہا تھا خوش بخت نے حیرت سے اسے دیکھا۔

''میں ابھی نہیں جانا چاہتی مجھے ابھی شادی نہیں کرنی ہے۔'' وہ منہ بسور کر بولی تو ارمان نے اسے دیکھا۔

''کیوں کیا خرابی ہے اس لڑکے میں۔''

''مجھے کیا پتا اس کی خرابیوں اور خوبیوں کا؟'' وہ اسی انداز میں بولی تو ارمان مسکرانے لگا اور دوسرے لمحے اسی چیئر پر بیٹھا جہاں سے وہ اٹھی تھی۔

''سچ کہہ رہی ہوں، مجھے تو اس کا نام تک نہیں معلوم۔'' خوش بخت روم کے کونے میں رکھے چھوٹے فریج سے ڈرنک نکال کر ارمان کی طرف بڑھاتے ہوئے بولی تو اس نے ایک گہری نظر اس پر ڈال کر گلاس پکڑ لیا۔

''آپ پیکنگ کرلیں ہم شام کو یہاں سے نکلیں گے دو دن بعد فلائٹ ہے اور میرے پاس اتنا ٹائم نہیں ہوگا کہ دوبارہ آسکوں آپ کو پک کرنے۔'' ارمان جوس کا گلاس اس کو واپس پکڑاتے ہوئے اس کے انکار کو خاطر میں نہ لاتے ہوئے کہنے لگا خوش بخت نے اسے دیکھا اس کی مسکراتی نظروں میں ایک واضح تاثر نے خوش بخت کو شپٹا دیا دوسرے پل وہ نظریں جھکا گئی۔

''میں آپ کے مکان مالک سے مل کر آتا ہوں اور واپسی پر کھانے کے لیے بھی کچھ لے آؤں گا۔ آپ پیکنگ کرلیں اور جو شاپنگ کرنی ہے وہ کل کرادوں گا آپ کو۔'' ارمان فیصلہ کن انداز میں اس سے مخاطب تھا اور وہ ششدر سی اس کو دیکھ رہی تھی اس کے استحقاق بھرے انداز میں من ہی من پریشان بھی ہورہی تھی۔

''اچھا سنو۔'' ارمان اس کو اسی طرح حیران چھوڑ کر باہر کی طرف بڑھا تو دروازے کے بیچ جا کر رک گیا اور اس سے مخاطب ہوا تو خوش بخت نے اسے دیکھا۔

''کیا میں آپ کو 'خوشی' کہہ سکتا ہوں؟'' وہ اجازت لے رہا تھا اور خوش بخت نا سمجھی کے انداز میں اس کو دیکھ رہی تھی تو وہ مسکرا کر واپس قدم اٹھاتا اس کے پاس آ کر رکا۔

''اس کا نام ارمان صدیقی ہے اور وہ آپ سے بہت محبت کرتا ہے آپ کے ساتھ کے لیے بہت انتظار کیا اور بہت دعائیں بھی مانگیں۔'' اس کا ہاتھ پکڑ کر وہ مدھم مسکراہٹ کے ساتھ بولا۔

''جج...... جی...... کیا مطلب......!'' وہ ہڑبڑا کر پیچھے ہوئی تھی دل میں ہوتی اتھل پتھل پر اس کو ڈپٹنے لگی تھی۔

''مطلب جلدی سے پیکنگ کرلیں، ٹائم زیادہ نہیں ہے۔'' وہ کھسیانا سا ہنس کر اس کی آنکھوں میں دیکھ کر کہنے لگا تو خوش بخت نے گہرا سانس لیا ارمان نے ایک بار پھر اس کا ہاتھ پکڑا خوش بخت نے ہاتھ کھینچ لیا ارمان ہنس کر دوبارہ باہر کی طرف بڑھ گیا۔

''سنیں۔'' وہ دوسرا قدم باہر رکھنے ہی لگا تھا کہ اس کی آواز پر رک کر اسے دیکھا۔

''آپ مجھے خوشی کہہ سکتے ہیں اور مجھے ہرگز نہیں پسند میرے لیے مصالحہ فش لانا۔'' خوش بخت بولی تو ارمان کا قہقہہ بلند ہوا۔

''ابھی بہت سی باتیں بتانی ہیں آپ کی چوڑیوں کے ٹکڑے دکھانے ہیں اور وہ ایئر رنگ جو کی بورڈ کے پاس رکھا تھا وہ میرے پاس آپ کی نشانی ہے خوشی مجھے آپ سے محبت ہے جلدی پیکنگ کریں ان شاءاللہ باقی کا سفر سہل ہوگا۔'' ارمان ایک بار پھر اس کے پاس آ کر رکا تھا۔ اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے فسوں خیز لہجے میں اپنی محبت کا اقرار کرتے ہوئے اس کی نشانیوں کا بتا کر اس کو مزید حیران کر دیا اور دوسرے لمحے باہر نکل گیا اور خوش بخت مسکرانے لگی اور مطمئن ہو کر پیکنگ کرنے لگی چہرے پر مسکراہٹ...... آنکھوں میں بہت سارے خواب......

اب راہ گزر خوشیوں بھری ہوگی...... اور سفر...... جب ہم سفر محبت کے پھول برساتا رہے تو سفر کی دشواریوں سے تھکن نہیں ہوتی۔